ناول

بہادر بہن

حصہ اوّل

از

جناب جنیشر داس صاحب گوہر

بفرمائش

لالہ رامداس بھاٹیہ مالک بھاٹیہ بک ڈپو لوہاری دروازہ لاہور

گوردھن سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ لال چند بہل پرنٹر چھپا

قیمت ۔ ۔ ۔ ۵

میں اپنے ناظرین کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ اونہوں نے میری تیار کردہ تمام کتب کو خدا کی نظروں سے دیکھا ہے اور میری حوصلہ افزائی کی ہے اور امید ہے کہ آئیندہ بھی نظر عنایت کا شکریہ کا موقع دینگے۔ آج میں اپنے قدردان ناظرین کی خدمت میں وہ کتاب پیش کرتا ہوں۔ کہ جس کو پڑھ کر اُن کو معلوم ہوگا۔ کہ پہلے زمانہ میں جبکہ نہ تو ریل ہی تھی اور نہ ڈاکخانہ یا تار گھر ہی تھے کس طرح بچارے غریب مسافر سفر کرتے تھے اور راستہ میں کس طرح چور اچکے اُن کو اذیتیں دیا کرتے تھے۔ ان رہزنوں میں سب سے زیادہ ظالم ٹھگ ہوتے تھے جو کہ عجیب طریقہ سے ایک لمحہ بھر کے اندر انسان کو ملک عدم پہنچایا کرتے تھے۔ اُمید ہے کہ میرے مہربان ناظرین ضرور میری اس محنت کی داد دینگے اور بندہ کو شکریہ کا موقع دینگے۔

اب اخیر میں

میں اپنے مہربان دوست لالہ رام داس صاحب بھاٹیہ مالک بھاٹیہ بک ڈپو کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اونہوں نے میری کتابوں کو شایع کر کے آپ صاحبان کے ہاتھ میں پہونچایا ہے اور میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

نیاز مند

جنیشر داس۔ گوہر

ہمارے ناظرین کو یہ کتاب پڑھ کر بڑی حیرت ہوگی مگر اسمیں حیرت کی کوئی
بات نہیں ہے کیونکہ یہ باتیں ابھی حال ہی میں واقع ہوئی ہے اب بھی سینکڑوں
آدمی اس قسم کے موجود ہیں جو ان باتوں کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ٹھگ لوگ
کس طرح ہزاروں مسافروں کی جان بات کی بات میں ضائع کر دیتے تھے۔ اور
بیخبر مسافر بیچارے ان ظالموں کے ہاتھ میں بڑی آسانی سے پھنس جاتے تھے
شکر ہے اس ایشور پرماتما کا جس نے ہمیں ایسی انصاف پسند اور مہربان
گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ کیا کہ جسکے سایہ میں ہم آنند سے دن بھر اپنا کاروبار
کر کے رات کو بیفکری کی نیند لیتے ہیں۔ ہزاروں کوس کا سفر بلا کسی روک ٹوک
و خوف و خطر کے کر آتے ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ پانچ پانچ سو آدمیوں کا قافلہ
ساتھ چلتا تھا۔ مگر پھر بھی خوف کے مارے کوئی مسافر اپنے قافلہ سے اکیلا کہیں نہیں
نکلتا تھا۔ اور اگر کوئی قسمت کا مارا مسافر کوئی ضروری اشیاء لینے کے لئے اپنے
قافلہ سے کہیں گیا تو بس ٹھگ لٹیروں کے پھندے میں پھنس کر اس دنیا سے
سدھارا۔ اب وہ وقت ہے کہ ایک چھوٹا بچہ بھی ہاتھ میں سونا اچھالتا ہوا چلا
جائے۔ مگر کوئی یہ پوچھنے والا نہیں کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں۔ ایک معمولی
آدمی۔ اور اکیلی عورت بھی تبت کے پہاڑوں سے راسکماری تک کا سفر کر کے
بلا کسی قسم کے خوف کے اپنے گھر واپس آجاتی ہے۔ اس زمانہ میں بلا ہتھیار
کے سپاہی لوگ بھی گھروں سے نکلتے خوف کھاتے تھے۔ مگر اب سپاہی تو درکنار
ایک بزدل سے بزدل بھی رستم بنا ہوا پھرتا ہے۔

پہلے زمانہ میں ٹھگ لوگوں کی چالاکیاں بالکل خفیہ رہتی تھی صرف وہی جانتے

ہیں کہ جو وہاں کے واقف تھے۔ ٹھگ لوگ آبادیوں میں رہتے تھے اور اپنے گاؤں والوں سے مل جل کر رہتے تھے۔ یہ لوگ وہاں پر ہر ایک قسم کا کاروبار کرتے تھے۔ اپنے ہمسایوں سے تو کیا خاص اپنی بیاہتا بیویوں سے بھی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہ ہم ٹھگی کا کام کرتے ہیں۔ اور مسافروں کو مار کر انکا مال لاتے ہیں۔

جس زمانہ میں ریل یا ڈاک وغیرہ نہیں تھی تو اُس وقت مسافروں کا سفر یا پیدل یا گھوڑوں پر ہوتا تھا۔ اور راستہ میں ہر ایک مسافر ایک دوسرے کی امداد کے لئے تیار رہتا تھا۔ اور بہت سے مسافر راستہ میں جا بنولے ملجایا کرتے تھے اُس زمانہ میں آج کل کی طرح صاف چوڑی اور آرام دہ سڑکیں بھی نہیں تھیں۔ صرف مسافروں کے چلنے سے جو پگڈنڈی پڑ جاتی تھیں۔ اُنہیں سے گذر کر مسافر سفر طے کیا کرتے تھے۔ اور یہ پگڈنڈیاں ایسے بڑے بڑے میدانوں ۔ اور پہاڑوں کے درّوں میں گذر کر جاتی تھی۔ کہ کوسوں آبادی کا نشان بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔ ایسے وقت میں مسافروں کا محافظ سوائے اُس سرو شکتیمان پرماتما کے اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اُسی کے بھروسہ پر وہ لوگ اپنا سفر کیا کرتے تھے۔

انہیں وجوہات کی وجہ سے اُس زمانہ میں چور لٹیرے ٹھگ بہت ہوتے تھے۔ جنمیں بہت سے زبردستی ہتھیاروں کے ذریعہ مال لوٹتے تھے اور بہت سے چپ چاپ ہی مال لیکر چمپت ہو جاتے تھے۔ مگر سب سے ظالم ٹھگ لوگ ہوا کرتے تھے جن کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ ٹھگ لوگ آپس میں اتفاق سے رہتے تھے اور ایسے خفیہ طریقہ سے اپنا کام کرتے تھے کہ بھولے بھالے مسافروں کو اُن کی چالاکی کا پتہ اُسوقت لگتا تھا۔ جب اُسکی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگتی تھی۔

جب مسافر دور دراز کا سفر کرتے تھے تو راستہ میں جس شہر میں پہونچتے وہاں سے صرف روزانہ ضروریات کے متعلق ہی اشیاء خرید کرتے تھے۔ اور ہمیشہ آبادی کے باہر اپنا ڈیرہ لگاتے تھے باہر باغوں میں ٹھہرا کرتے تھے

ایک دور وزدہ کر پھر آگے چل دیا کرتے تھے - کون مسافر کہاں سے آیا -
اور کہاں گیا اس بات کا کسی کو کچھہ پتہ نہ لگتا تھا دوم یہ کہ ہندوستان میں مختلف
مذہب و ملت - جدا جدا پیشہ کے لوگ آباد ہیں اسلئے چور اور ٹھگوں کو بھیس
بدل کر اُن میں چھپ جانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی تھی -

اُن دنوں سرکاری منی آرڈر نہ تھا یہی باعث جس سے کوئی مسافر کسی جگہ
جاکر روپیہ پیسہ یا اور کوئی چیز منگا لیوے - اسلئے وہ سب چیزیں یا متعلقہ
نقدی وغیرہ سب آدمیوں کے ذریعہ ہی ایک سے دوسرے مقام پر
پہونچائی جاتی تھیں - ایسے آدمی اپنے کپڑے پرانے پھٹے چیتھڑے پہن
لیا کرتے تھے تا کہ کسی کو یہ شک نہ ہو کہ اسکے پاس مال ہے -

جب مسافر سفر کرتے تھے تو اپنے خرچ کے لئے سو دو سو چار سو روپیہ
ضرور ہی اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور جب راستہ میں کسی شہر سے ہو کر گذرتے
تو وہاں کے چونگی والوں کو اپنا سب سامان دکھانا پڑتا - چونگی کے آدمی
ٹھگوں سے ملے رہتے تھے - اور اُن کو سب سامان کی اطلاع کر دیتے تھے
تاکہ لٹ و بھوٹنسے تو کچھہ چورا ونکے حصہ میں بھی آوے -

کچھہ عرصہ ہوا پتہ لگانے سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک علاقہ
میں بڑے بڑے خاندانی زمیندار لوگ اور اُن کے بزرگ سینکڑوں برس
سے ٹھگوں کے ساتھہ میل جول رکھتے آئے ہیں اور مسافروں کے لوٹنے میں انکی
مدد کرتے تھے - اور جہانتک ہو سکتا تھا - اُن کو گرفتاری سے بچاتے تھے -
جسکے عوض میں وہ لوٹ کے مال میں حصہ لیتے تھے - جو کہ ٹھگ لوگ خوشی سے
ادا کر دیتے تھے -

غرضیکہ ہر ایک گاوُں بہت سے ٹھگ سادہو سنت فقیر یوگی وغیرہ
کا بھیس بنا کر گھومتے رہتے تھے - اور بڑے بڑے زمینداروں کے یہاں ہی
اونکا اڈا رہتا تھا - ان فقیروں اور سادہوں کا یہ کام تھا کہ ٹھگے ماندے

مسافروں کو پانی تمباکو کے بہانہ سے ٹھہر لیا اور اپنے ٹھگوں کے جال میں
پھنسا دیا۔

اب یہ لوگ کس طرح دھرم کی آڑ میں ہو کر ایسا ہیچ کام کرتے تھے۔
یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں بہت تعداد میں ٹھگ تھے۔ مگر یہ پتہ نہیں لگا
کہ یہ فرقہ کب سے جاری ہوا تھا۔ کئی دفعہ سنہ ۱۸۱۰ء میں سرکار انگریزی کی طرف سے
انکی گرفتاری کی کوشش کی گئی مگر وہ لڑائی ہوتی کہ جس کا بیان ہونا مشکل ہے۔
بعد ازاں پتہ لگا کہ سندوسی پرگنہ کے بہت سے گاؤں میں ٹھگ لوگ آباد ہیں
جو کہ سیندھیا گورنمنٹ کو بہت سا روپیہ اپنی حفاظت کے لئے دیتے ہیں
معلوم ہوا کہ ۵۰۰۹ ٹھگ تو صرف انہی گاؤں میں رہتے تھے جنمیں ہندو و
مسلمان دونوں قومیں شامل ہیں۔ ٹھگ لوگ "بھوانی" کی پوجا کیا کرتے تھے
خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ جب ٹھگوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو دور
دور پھیل گئے تھے۔

سنہ ۱۸۲۶ء میں ٹھگوں کے مظالم بہت خوفناک ہو گئے تھے۔ اب سرکار بھی
چپ نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے انگریز اس کام کی طرف متوجہ
ہوئے بہت کچھ کوشش کے بعد انہوں نے ایک ٹھگوں کا گروہ گرفتار کیا
جسکا سردار فرنگیا نامی بڑا ہی مشہور تھا۔ اُس کے بتلانے سے بہت سی جگہ لاشوں
کے انبار نکلے جنکو دیکھ کر بڑے بڑے افسر حیرت میں آ گئے۔

غرضیکہ بہت سی باتیں اُس کی زبانی معلوم ہوئیں جن سے بہت سے ٹھگ
گرفتار کئے گئے۔ جن کو مختلف سزائیں حسب نقشہ ذیل دی گئیں۔ اور جو
سنہ ۱۸۳۱ء سے سنہ ۱۸۳۷ء تک گرفتار ہوئے تھے:

سنہ ۱۸۳۱ء سے ۱۸۳۷ء تک

تعداد	سزا جو دی گئی	تعداد	سزا جو دی گئی
۱۰۵۹	بعبور دریائے شور	۴۱۲	پھانسی

تعداد	سزا جو دی گئی	تعداد	سزا جو دی گئی
۸۷	عمر قید	۳۶	جیلخانہ میں مر گئے
۲۱	ضمانت نہ دینے کی وجہ سے سزا	۱،۷۲۷	
۶۹	مختلف سزائیں دی گئیں		
۳۲	مقدمہ فیصلہ ہونے پر چھوٹ گئے		
۱۱	فرار ہو گئے ۔		

۸۳ بہ وعدہ معافی دیا گیا جنہوں نے دوسروں کو گرفتار کرایا تھا
۱۲۰ قصور ثابت ہونے پر سزائیں دی گئیں ۔
۹۳۶ مختلف جیلخانوں میں زیر تجویز تھے ۔

علاوہ ازیں ۸۰۰ ٹھگ ایسے تھے کہ جنکے نام فہرست میں درج تھے مگر گرفتار نہیں ہوئے اب معلوم کرنا چاہئے کہ اتنے ٹھگوں کے ہاتھ سے کتنے بیگناہ مسافر مارے گئے ہوں گے ۔ اب ہم جو کچھ نیچے بیان کرینگے وہ سب حال کرنل میڈوز ٹیلر صاحب سی ۔ آئی ۔ ای ۔ نے اُس ٹھگ سے پایا ہے جس کو انہوں نے بڑی محنت سے گرفتار کیا تھا جس کا نام امیر علی تھا ۔ اور اُس کی زبان اردو ہندی ملی ہوئی تھی ۔

اب اگر ہمارے ناظرین اس کتاب کو پڑھکر ایسے ایسے خوفناک ٹھگوں کے ہاتھ سے بچنے کا گورنمنٹ کا شکریہ کرینگے تو ہم اپنے اس اردو ترجمہ کہ جو کرنل صاحب موصوف کی انگریزی کتاب سے کیا گیا ہے محنت سپھل سمجھینگے ۔

جنت داس گوہر

حصہ اوّل

باب پہلا

ناظرین کرنل میڈوز ٹیلر صاحب نے امیر علی ٹھگ کو گرفتار کرکے اُس سے کہا کہ امیر علی ہم چاہتے ہیں کہ تم ہم کو اپنے تمام حالات سے آگاہ کرو تاکہ ہم تمام واقعات کو کتاب کی صورت میں بترتیب دیکر دوسرے افسروں کو سنا دیں۔

امیر علی ۔ صاحب اگر آپ میری زندگی کے حالات سننا چاہتے ہیں تو آپ کو سب حالات بے خوف ہو کر سناؤنگا۔ گو کہ میں نے اب انگریزوں کی نوکری کرلی ہے۔ مگر آج تک جو جو کام میں نے بہادری کے لئے کئے ہیں میں اُنکو دلی جوش کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔ اور اُنکو یاد کرکے بعض دفعہ میرا دل جوش کھاتا ہے اور یہی طبیعت ہوتی ہے ایک دفعہ پھر اپنے بہادر ساتھیوں کو لیکر اپنی مرضی کے مطابق لوٹ مار کروں۔

مگر افسوس۔ کہ وہ وقت گذر گیا۔ صاحب جان ہر ایک شخص کو عزیز ہوتی ہے اپنی جان بچانے کے لئے جیسے آپ کے قانون کے مطابق ہیں ضایع کر چکا ہوں میں نے آپ کی نوکری کرلی ہے اور وہ اس لئے کہ اپنے ساتھیوں کو گرفتار کرادوں۔ یہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے اپنا کام کس خوبصورتی سے کیا ہے۔ میرے گروہ کے جتنے آدمی تھے اور جن سے میری کچھ دنوں کے لئے ملاقات ہوگئی تھی۔ اور اُنہیں سے بہت کم آدمی ایسے ہیں کہ جو گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ جنہیں سے کئی کئی انصاف کے نیچے مارے گئے۔ جو فرار ہوگئے ہیں اور جن کے لئے آپ گرفتاری کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بھی عنقریب گرفتار ہو جاوینگے۔ مگر پھر بھی ٹھگی۔ جو دل میں جوش دے رہی ہے وہ کم نہ ہوگی۔ اور دنیا سے ٹھگی نیست و نابود نہ ہوگی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ سینکڑوں کیا بلکہ ہزاروں نے اس کے لئے جان دیدی ہے مگر پھر تعداد نہیں گھٹتی ہے بلکہ بڑھتی ہے۔ جن ملکوں میں ٹھگی کا مطلق شک وشبہ نہ تھا۔ وہاں بھی ٹھگی ہوتی تھی اور ہوتی ہے۔

صاحب۔ امیر علی بیشک جو تم کہتے ہو سہی ہے۔ گو کہ یہ تمہارا پرانا روزگار اب تک ویسا ہی چمک رہا ہے مگر ہمیشہ اسی طرح نہیں چل سکتا۔ اب یہ چند روزہ ہے جب انسان کا ایک جنگلی جانور کی طرح پیچھا کیا جائیگا۔ تو وہ تھک جائیگا۔ اور گرفتار ہو کر یا تو پھانسی پاتا ہے یا کالے پانی بھیجدیا جاتا ہے۔ اور اب گورنمنٹ بڑی سرگرمی کے ساتھ ٹھگوں کا پیچھا کر رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان میں کسی جگہ تم لوگوں کی ٹھگی نہیں چل سکیگی۔

امیر علی۔ صاحب قصور معاف ہو۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ جو آپ ایسا خیال فرماتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ کس قدر ہوشمندی اور ہمت ٹھگوں کو اپنے کام میں ہوتی ہے۔ جہانتک میرا خیال ہے۔ جب تک ایک ٹھگ بھی دنیا میں زندہ رہیگا وہ دوسروں کو جمع کر کے ایک گروہ بنا ہی لیگا اور میری اس بات کی سچائی آپ کو اسوقت معلوم ہوگی کہ جب آپ میری زندگی

کے حالات سن لینگے ۔

اپ ہی دیکھئے کہ آپ انگریز لوگ کس جانفشانی کے ساتھ شکار کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور اُسی کے خیال میں آپ کے کئی دن کیا کئی مہینے صرف ہو جاتے ہیں ۔ خواہ شیر ہو ۔ یا چیتا ۔ بھینسا ہو یا سور ۔ آپ لوگ اُسکے مارنے میں حد سے زیادہ کوشش کرتے ہیں ۔ بلکہ بعض دفعہ اپنی جان بھی ۔ ضائع کرنی پڑ جاتی ہے ۔ پھر آپ ہی خیال فرماویں کہ ٹھگوں کا کام تو اس سے کہیں اعلیٰ درجہ کا ہے ۔ یہ تو آدمی کا شکار کرنا ہے ۔ اور یہ اُس ٹھگ کا فرض ہے کہ لڑکپن سے لے کر پیری تک وہ انسان کے برباد کرنے کی قسم کھاتا ہے ۔

صاحب ۔ آہ تم سب سے بڑے بھاری فسادی ہو ۔ اور بدمعاش ہو ۔ ان ہر روز کے خون کی رپورٹوں سے مجھے اتنا تجربہ تو بیشک ہو گیا ہے خاصکر تمہارے بارے میں خیر تم آپ اپنا حال شروع کرو ۔ میری خواہش ہے کہ میں ان باتوں کا خلاصہ حال جانوں جسے میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی انسان نہ کرے گا ۔ اگر درحقیقت وہ انسان ہے ۔

امیر علی ۔ بجا ہے ۔ جیسا آپ خیال کرتے ہیں یہی ہے میں ہرگز آپ سے کوئی بات نہ چھپاؤنگا ۔ اور جہانتک میرا خیال ہے آپ میرا حال اُسوقت سے سنا چاہتے ہونگے ۔ جبکہ میں نے اپنا ہوش سنبھالا ہے ۔

صاحب ۔ بیشک ۔ میں تمہارا حال اپنے اُن دوستوں کی آگاہی کے لئے لکھنا چاہتا ہوں جو انگلینڈ میں رہتے ہیں ۔ فی الحقیقت وہ تمہارے جیسے مشہور آدمی کا حال مفصل جاننا چاہتے ہونگے ۔

امیر علی ۔ بہت اچھا صاحب میں بسم اللہ کرتا ہوں ۔ سب سے پرانی بات جو مجھے یاد آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہولکر کی ریاست میں ایک گاؤں تھا جہاں میری پیدائش ہوئی تھی ۔ میں نہیں جانتا ۔ کہ میرے والدین کون تھے ۔ اندازاً کہہ سکتا ہوں کہ وہ عزت دار رئیس تھے ۔ کیونکہ میں اکثر سونے چاندی کے زیورات پہنے رہتا

تھا۔ اور دو نوکر بھی ۔ میرے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مجھے کچھ کچھ خیال ہے کہ
میری ماں قد میں کچھ لمبی تھی۔ اور ایک بڑھیا عورت کا بھی مجھے خیال ہے ۔ جو
میرے ساتھ رہتی تھی۔ شاید وہ میری دایہ ہو۔ میری ایک چھوٹی بہن بھی تھی
جسے میں بہت عزیز سمجھتا تھا۔ اسکے سوائے مجھے کچھ یاد نہیں مگر ہاں یہ مجھے
یاد ہے کہ وہ کونسی واردات تھی جس سے میں ٹھگ بنا ۔

ایک روز گھر میں لوگوں کو زیادہ تر کام مشغول اور کپڑے وغیرہ ضروری
سامان کی گٹھڑیاں باندھتے دیکھ کر میں نے سمجھا کہ کہیں سفر کی تیاری ہوتی ہے
میرا خیال سہی نکلا۔ کیونکہ دوسرے دن صبح کو ہم لوگ روانہ ہوئے۔ میں اپنی
والدہ کے ساتھ ایک ڈولی میں تھا۔ چمپا بڑھیا میرے ٹٹو پر تھی۔ اور میرے
والد اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔ ہمارے بہت سے ہمسائے بھی ہم لوگوں کے
ساتھ تھے۔ چونکہ وہ سب ہتھیار بند تھے۔ اس سے میں خیال کرتا ہوں۔ کہ وہ
ہمیں کچھ دور تک پہونچانے آئے تھے۔

اپنے گاؤں سے روانہ ہوکر تین چار منزل طے کرکے ہم ایک گاؤں میں
پہونچے۔ اور سابق دستور گاؤں کے باہر ایک خالی دوکان میں جاکر ڈیرا لگایا۔ میرے
والد کسی کام سے کہیں چلے گئے مگر میری والدہ جو باہر نہ نکلتی تھی مجھ سے یہ کہکر کہ
میں کہیں کھیلتا ہوا آگے نہ چلا جاؤں اندر کی کوٹھڑی میں جاکر سو گئی۔ چمپا کھانا
پکانے میں مشغول ہو گئی۔ ہمارے ساتھ کے جوان لوگ بھی ادھر ادھر چلے گئے تھے
میں اکیلا رہ گیا۔ اور اپنی ماں کا حکم بھول کر گلی کے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے
لگا۔ ہم سب لڑکے کھیل کود رہے تھے کہ ایک بھلا سا نوجوان ادھیڑ عمر کا میرے
پاس آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تو کون ہے کیونکہ میری چال ڈھال اُن غلیظ
لڑکوں جیسی نہ تھی۔ جنکے ساتھ میں کھیل رہا تھا۔ میں نے کئی زیور بھی پہنے
ہوئے تھے۔ میں نے کہا میرا نام امیر علی ہے اور میرے والد کا نام یوسف خاں
ہے۔ ہم اپنی والدہ کے ساتھ اندور جا رہے ہیں۔ اُس نے کہا۔ آہا۔ تم وہی

شخص ہو جو کل راستہ میں مجھے ملے تھے۔ تمہاری ماں بیل پر سوار تھی۔ کیوں ٹھیک سمجھتا۔ میں نے غصہ سے کہا۔ نہیں وہ تو پالکی میں سوار ہو کر چلتی ہیں اور میں بھی اُن کے ساتھ رہتا ہوں۔ اور میرے والد ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہمارے ساتھ ایک بڑھیا اور کئی آدمی بھی ہیں۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ میرے والد جیسے پٹھان میری ماں کو بیل پر سوار کرا دینگے۔ جیساکہ کسان لوگ کرتے ہیں۔

اُس نے کہا ٹھیک ہے چھوٹے جوان بہادر۔ تمہارا کہنا ٹھیک ہے چند روز میں تم بڑے گھوڑے پر سوار ہو گے اور میری طرح ڈھال تلوار باندھوگے اور تمہیں سامنے حلوائی کی دوکان سے جلیبی خرید دوں۔

صاحب۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ مٹھائی کا نام لڑکوں کو کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے اول تو میں نے حلوائی کی دوکان کی طرف دیکھا۔ بعد ازاں اُسکے ساتھ چلدیا۔

اُس نے مجھے حلوائی کی دوکان پر لیجا کر بہت سی مٹھائی خرید کر دی اور کہا کہ گھر لیجا کر کھانا۔ میں اُس مٹھائی کو اپنے رومال میں باندھ لی۔ جو کہ میرے جیب میں تھا۔ اور وہاں سے اپنے ڈیرے کی طرف چلا۔ جن لڑکوں کے ساتھ میں کھیل رہا تھا۔ اُنہوں نے مجھے جلیبی وغیرہ لیتے دیکھ لیا تھا۔ اور لگے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری طرف گھورنے جیوں ہی وہ شخص مجھ سے علیحدہ ہوا تیوں ہی وہ سب لڑکے میرے اوپر ٹوٹ پڑنے لگے۔ اور ایک لڑکا جو اُن سبھوں میں زیادہ ہمت ور تھا مجھ سے مٹھائی چھیننے لگا۔ میں نے بھی اپنی جان میں مٹھائی نہ دینے کی بہت کوشش کی میں اُس سے لڑنے لگا۔ مگر اُن سب نے ملکر مجھے گھیر لیا۔ اور میری مٹھائی لوٹ لی۔ مگر جب اُس سے بھی اُنکا دل نہ بھرا تو ایک لڑکے نے میرے سونے کے تعویذ پر جو میرے گلے میں بندھا تھا۔ ہاتھ ڈالا۔ اب تو میں زور سے چلایا۔ میری آواز سنکر وہی شخص جس نے مجھے جلیبیاں لیکر دی تھیں آگیا اُس کو دیکھ کر سب لڑکے بھاگ گئے۔ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ لیکر میرے

ڈیرے پر آیا۔ اور مجھے چھپا کے بہیر دکر کے لڑکوں سے لڑنیکا سب حال سنایا
اور کہا کہ دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ پھر لڑکوں کے ساتھ نکل جاوے
میں زار زار رو رہا تھا۔ میری والدہ نے اجنبی کی آواز سن کر مجھے اپنے پاس
بلالیا۔ اور رونے کا سبب پوچھا۔ میں نے سب ماجرا سنادیا۔ اور کہا کہ جس
شخص نے بچایا ہے وہ چھپا سے باتیں کررہا ہے۔ میری والدہ نے پردہ کے اندر
سے اُس شخص کی شکر گذاری کی اور کہا کہ اسوقت صاحب خانہ کسی کام گئے
ہیں اگر گھنٹہ بعد آپ تشریف لاویں تو اُن سے ملاقات ہوگی۔ اور وہ اس بات
سے کہ آپ نے لڑکے کو بچایا ہے آپکے مشکور ہونگے۔ اُس نے کہا کہ میں شام کو
آؤنگا۔ اتنا کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میرے والد بھی آگئے۔ اور
میرا حال سنکر بہت ناراض ہوئے یہاں تک کہ غصہ میں اُنہوں نے مجھے خوب
مارا۔ میری ماں نے مجھے تھوڑی سی مٹھائی دیکر راضی کیا۔ اگر سچ پوچھئے تو وہی
مٹھائی میری مار کھانے اور خاصکر میری اس حالت کی اصل بنیاد تھی۔ صاحب
آپ دیکھتے ہیں کہ قسمت کیسی کیسی خفیف باتوں سے اپنا اصول بناتی ہے خیر
یہ نہیں شام ہوگئی۔ شام کو وہی شخص ایک دوسرے آدمی کو ساتھ لئے ہوئے آیا
اور میرے والد کے صاحب سلامت کے بعد بہت دیر تک میرے بارے میں
گفتگو کرتا رہا۔ پھر دیگر باتیں ہونے لگیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے ٹھگ کا لفظ
پہلی مرتبہ وہیں سُنا۔ اور یہ بھی مجھے یاد ہے کہ وہ لوگ میرے والد کو اس بات
خبردار کرتے تھے کہ آگے اندور کے راستہ میں بہت ٹھگ رہتے ہیں۔ اُنہوں
نے کہا۔ کہ ہم لوگ سپاہی ہیں اور اندور سے کسی کام کے لئے آئے تھے۔ اور چونکہ
ہم لوگوں کا گروہ بھاری ہے بہتر ہوگا کہ آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ ہی چلیں۔
جس شخص نے مجھے جلیبیاں لیکر دی تھیں۔ وہ مجھہ پر بہت مہربان تھا۔ میں اُسکی
تلوار سے کھیل رہا تھا۔ اُس نے مجھہ سے کہا کہ کل میں تمہیں اپنے گھوڑے پر
سوار کراؤنگا۔ میں اس امید پر نہایت خوش ہوا۔ اور اُس شخص کی مہربانی اور

ہر دلعزیزی کی وجہ سے اُس سے مِل جل گیا تھا۔ مگر اُسکے ساتھی دوسرے شخص کی شکل سے بڑی نفرت تھی جس کا حال میں آگے چل کر آپ کو بہت کچھ سناؤنگا۔

دوسرے دن صبح کو ہم لوگ روانہ ہوا۔ وہ دونوں شخص اور اُن کے آدمیوں سے ہماری ملاقات گاؤں کے باہر ایک آم کے باغ میں ہوئی۔ جہاں اُنکا خیمہ لگا ہوا تھا۔ وہاں سے ہم لوگ سفر میں ہمراہ ہوئے۔ دو دن تک تو اسی طرح چلے گئے۔ اور وہ میرا دوست بموجب اپنے اقرار کے اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کرا لیتا تھا۔ اور کبھی مجھے گھوڑے پر سوار کرا کر آپ پا پیادہ گھوڑے کے آگے آگے چلتا چونکہ وہ گھوڑا ابھی نہایت سیدہا تھا۔ میں اکثر اُس پر سوار رہتا۔ جب دھوپ تیز ہوجاتی تب میں اپنی والدہ کے پاس ڈولی میں جا بیٹھتا۔ تیسرے دن مجھے خوب یاد ہے۔ کہ اُس شخص نے میرے والد سے کہا۔ کہ یوسف خاں آپ ان بیچارے جوانوں کو کیوں اپنے ساتھ اندور لیجاتے ہو۔ اگلی منزل پر پہونچ کر انہیں واپس کیوں نہیں کر دیتے ہیں اور میرے آدمی آپ کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ اور چونکہ میں اور آپ ہم پیشہ ہیں میری سمجھ میں اسمیں کچھ نقصان نہیں ہے کہ تمام سفر میں آپ اور آپ کے بال بچہ ہماری حفاظت میں چلیں۔

علاوہ اسکے راستہ کا خطرناک حصہ اور جنگل جس سے ہو کر ہم کل اور پرسوں سے آرہے ہیں گذر گیا ہے اور آگے کا راستہ بالکل صاف ہے۔ ٹھگ اور چوروں کا خطرہ صرف انہیں مقاموں میں تھا سو وہ گذر گیا۔

میرے والد نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں میں بھی سمجھتا ہوں کہ اُن کو بھی آگے واپس ہونے میں منزل سخت پڑے گی کیونکہ اب یہ پچاس ساٹھ کوس تو آ ہی چکے ہیں۔ اگلی منزل سے انکو واپس کر دونگا۔

چنانچہ منزل پر پہونچکر میرے والد نے اُن سپاہیوں کو واپس جانیکے لئے کہا۔ جس کو سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ تقریباً دوپہر کے وقت وہ واپس روانہ ہوئے۔ میں نے اپنے دوستوں اور ہمجولیوں کو خیر و عافیت کا پیغام کہلا بھیجا۔

مجھے ابتک یاد ہے کہ میں نے اپنی چھوٹی بہن کے لئے ایک پرانا گھسا ہوا روپیہ یہ کہہ کر بھیجا تھا۔ کہ وہ اپنے تعویذوں کے ساتھ بطور میری یادداشت کے اُسے گلے میں پہنے رہے۔ صاحب میں نے اُس روپیہ کو پھر پایا۔ مگر افسوس کس بُری حالت میں۔

اتنا بیان کرتے ہی امیر علی کانپ اٹھا اُسکے تمام بدن میں سنسناہٹ چھا گئی۔ کچھ دیر ٹھہر کر اُس نے کہا کہ صاحب برائے مہربانی کسی نوکر کو حکم دیجئے۔ کہ میرے لئے تھوڑا پانی لاوے۔ بہت بولنے سے مجھے پیاس لگ گئی ہے میں نے کہا نہیں تمہیں پیاس نہیں ہے مگر خیر تمہارے لئے پانی منگایا جاتا ہے۔

اتنے میں نوکر پانی لایا۔ مگر جوں ہی اُس نے گلاس لبوں سے لگایا کہ پھر دوبارہ اُسکا جسم کانپ اٹھا۔ وہ اُٹھکر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اُسوقت اُسکے پاؤں کی بیڑیاں جھنجھنا رہی تھیں آخر اُس نے کہا کہ صاحب یہ کمزوری کا باعث ہے میں اسے کسی طرح نہ روک سکا۔ مجھے ہرگز یہ خیال نہ تھا۔ کہ میں اپنے حالات سنانے کے شروع میں بھی اس قدر کانپ اٹھونگا۔ مگر پرانی باتوں کی یادداشت نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میں گھبرا گیا۔ اور میری ہمت جاتی رہی۔ مگر اب میری طبیعت ٹھیک ہو گئی میں آپ کو اپنا حال آگے سناتا ہوں۔

اتنا کہہ کر بولا۔ کہ اُن جوانوں کو گئے ہوئے تین چار گھنٹے گذرے تھے۔ کہ شام ہو گئی۔ میرا وہ دوست میرے والد کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ آگے کی منزلیں بہت چھوٹی ہیں اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم لوگ دونوں منزل ایک ہی دن میں طے کریں۔ ایسا کرنے سے ہم جلدی اندور کے قریب پہونچ جائینگے۔ مگر ایسا کرنے کے لئے ہم کو طلوع آفتاب کے پیشتر ہی ڈیرا کوچ کر دینا ہوگا۔ اور ڈولی کے کہار بھی اس بات پر راضی ہو جائینگے۔ کیونکہ اُن کو اسکے عوض میں اُس گاؤں میں پہونچکر وہاں کے پٹیل سے جو کہ میرا دوست ہے ایک بھیڑ مفت دلوا دونگا۔

میرے والد اس بات سے ناخوش ہوئے کہ وہاں کے پٹیل سے مفت میں بھیڑ لی

جاوے۔ اور وہ بولے کہ جناب میں اتنا غریب نہیں ہوں کہ جو ایک بھیڑ کی قیمت بھی ادا نہ کر سکوں۔ اگر یہ کہار لوگ تیز رو ہونگے تو انشاء اللہ منزل پر پہونچکر میں بھی انکو انعام سے خوش کرونگا۔

میرے دوست نے کہا بہتر ہے ہم سپاہیوں کے پاس تو اپنے ہتھیاروں کے سوا اور کچھ بھی نہیں رہتا۔

میرے والد نے کہا سچ ہے۔ مگر آپ جانتے ہی ہیں کہ میں نے اپنے گاؤں کی تمام ملکیت فروخت کر ڈالی ہے۔ اور کل نقد مال اپنے ساتھ سفر کی مدد کے لئے لے جاتا ہوں۔ میرے پاس نقد مال زیادہ ہے اتنا کہہ کر میرے والد روپیوں کو یاد کر کے بہت خوش ہوئے۔

مجھے یاد ہے کہ میرے اُس دوست نے میرے والد کی بات سنکر اپنے ساتھیوں کی طرف مطلب آمیز نگاہ سے دیکھا۔

آخرش یہ طے پایا کہ شب کو آدھی رات کے وقت چاند نکلنے پر ہم لوگ چل دینگے۔ اور ٹھیک وقت پر ہم لوگ بیدار ہو گئے۔ اور ہمارے سب ساتھی حقہ کی کش لگا لگا کر روانہ ہوئے۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ ڈولی میں تھا۔ چاند نکل آیا۔ مگر وہ زیادہ روشن نہ تھا۔ کیونکہ آسمان پر کچھ بادل چھا رہے تھے۔ بلکہ ننھی ننھی پھوہار بھی پڑ رہی تھی۔ اسلئے ہم لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے کئی کوس چلنے کے بعد کہاروں نے ڈولی یہ کہکر رکھدی کہ کیچڑ اور اندھیرے میں ہم لوگ نہیں چل سکتے سورج نکلنے پر چلینگے۔ میرے والد نے اُن کہاروں کو سخت سست کہا۔ چونکہ بارش بند ہو چکی تھی۔ اس لئے میں نے ڈولی سے باہر آنیکی التجا کی۔ اور چاہا کہ اپنے اُس دوست کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوؤں گو کہ میرا وہ دوست حسب دستور اس مرتبہ راضی نہ ہوتا تھا تاہم جب کہاروں کو ڈولی نہ اٹھانیکے لئے سخت ملامت کی گئی تو اُس نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ کہ آپ کے ہمراہی چند سپاہی کیوں غیر حاضر

ہیں۔ میرے اس کہنے سے میرے والد کا خیال بھی اس طرف ہوا۔ اور اُنہوں نے بھی پوچھا۔ کہ آپ کے چند سپاہی کہاں ہیں۔ اُس نے لاپرواہی سے جواب دیا کہ چونکہ ہم لوگ آہستہ آہستہ چلتے ہیں وہ اپنی تیز رفتار سے آگے نکل گئے ہیں۔ ہم سب بھی جلد اُن سے جا ملینگے۔

ہم لوگ آگے بڑھے۔ آخر کار ایک چھوٹی ندی کے کنارے پہونچے۔ جسکے پاس ایک نہایت گھنا جنگل تھا۔ اس ندی میں پانی اس قدر کم تھا ایک آدمی بہ آسانی تمام چل کر پار ہوسکتا تھا۔

میرا دوست یہ کہہ کر کہ میں پانی پیونگا گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور مجھ سے کہا کہ تم چلو۔ میں گھوڑے کو لیکر چلنے لگا۔ مگر قبل اسکے کہ میں ندی سے پار ہوں۔ اپنے پیچھے یک بیک چلاہٹ کی آواز سنی مجھے معلوم ہوا کہ کوئی لڑ رہا ہے میں ڈر گیا۔ اور جیوں ہی میں پیچھے پھر کر دیکھنے لگا کہ میں گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے گر پڑا! پانی میں پڑے ہوئے پتھروں سے میرا سر پھٹ گیا اور میں بیہوش ہوگیا۔ دیکھئے یہ نشان میرے سر میں اب تک موجود ہے۔

کچھ دیر تک میں یونہیں پڑا رہا۔ جب کچھ ہوش آیا تو میں اُٹھا میں نے سمجھا تھا کہ وہ سب لوگ آگے بڑھ گئے ہونگے مگر دیکھا کہ وہ سب ڈولی لوٹنے میں لگے ہوئے ہیں پھر تو میں بہت زور سے چلانے لگا۔ اُن میں سے ایک آدمی دوڑ کر میرے پاس آیا۔ یہ وہی بدصورت شخص تھا جس کا بیان میں پیشتر کر چکا ہوں۔ اُس نے میرے گلے میں ایک رومال ڈال کر کہا کہ آہ شیطان کے بچے تجھے تو ہم بھول ہی گئے تھے۔ عنقریب ہی تھا کہ وہ مجھے مار ڈالے۔ کہ اتنے میں دوسرا شخص دوڑتا ہوا آیا۔ یہ میرا ہی دوست تھا۔ اُس نے آتے ہی غصہ سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا خبردار اسے مت چھیڑنا۔ اب اُن دونوں میں خوب جھگڑا ہوا۔ یہانتک کہ دونوں نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اسکے بعد کیا ہوا۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ کیونکہ مجھے مارے خوف کے غش آگیا اور میں بیہوش ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے میرے منہہ میں پانی ڈالا۔ اور میں اپنے ہوش میں آیا۔ آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے میری نظر اپنے والد۔ والدہ۔ چپڑاسی اور ڈولی کے کہاروں کی نعش پر پڑی جو ڈولی پر ادہر اُدہر پڑے ہوئے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اُس وقت کیا کیا خیالات گذر رہے۔ خیر کچھہ ہو میں ایکدم گھبرا گیا اور اپنی والدہ کی نعش پر جا گرا۔ جس کی شکل بالکل بگڑ گئی تھی۔ اور پھر بیہوش ہو گیا۔ آج اس واقعہ کو ۲۵ سال گذر گئے۔ مگر میری والدہ کی وہ خوفناک شکل خاصکر اُسکی آنکھیں ہر وقت میری نظروں کے سامنے دکھائی دیتی ہیں۔ مگر میں اُنکے بیان کرنیکی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میری والدہ اور والد اور کہار وغیرہ سب اُسی منحوس جگہ میں مارے گئے میں نے یہ حال کئی سال گذرنے پر ایک پرانے ٹھگ سے سُنا جیسے میں آگے چل کر موقعہ پر بیان کرونگا۔

خیر مجھے جب ہوش آیا تو میں نے اپنے تئیں پھر اُسی دوست کے پاس پایا جس نے میری جان بچائی تھی۔ وہ مجھے اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھا میں نے دیکھا کہ ہم لوگ بجائے سڑک پر چلنے کے ایک بہت گھنے جنگل میں جا رہے ہیں میرے سر میں اس شدت سے درد تھا۔ کہ میں گردن بھی سیدھی نہیں کر سکتا تھا۔ میری آنکھیں باہر نکلی پڑتی تھیں۔ اور مارے درد کے بیچین ہو رہا تھا۔ ہوش آتے ہی مجھے سب باتیں دوبارہ یاد آگئیں۔ اور میں پھر بیہوش ہو گیا۔ غرضیکہ اسی طرح مجھے کئی دفعہ ہوش آیا۔ کئی دفعہ بیہوش ہوا۔ جب ہوش آتا تو یہ ہی معلوم ہوتا کہ ہم لوگ بڑی تیزی سے چل رہے ہیں آخر ہم لوگ ایک مقام پر پہونچے۔ سورج نکل آیا اور دن روشن ہوا۔ اُن لوگوں میں سے ایک نے مجھے گھوڑے پر سے اُتارا۔ اور ایک درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر مجھے اُس پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد میرا وہی دوست میرے پاس آیا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ بھی میرے والدین کے مارنے میں شریک تھا۔ لڑکپن کے غصہ میں میں نے اُسے سخت گالیاں دی۔ اور کہا کہ مجھے بھی مار ڈال۔ اُس نے مجھے صبر اور دلاسا دینے

کی بہت کوشش کی مگر جیوں جیوں وہ مجھے دلاسا دیتا تھا۔ تیوں تیوں میں اُسے اپنے مار ڈالنے کے لئے کہتا تھا۔ میرا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ میری گردن۔ اور آنکھیں پھٹی جاتی تھیں۔ حتی الامکان میں نے اُسے بہت سی گالیاں دیں میرے اس چلانے پر وہ بدصورت آدمی جس کا نام کتیشا تھا سخت ناراض ہوا۔ اور غصہ سے میری طرف دوڑا۔ اور میرے دوست سے جس کا نام اسمعیل تھا بولا۔ یہ نالائق کیا بکواس کر رہا ہے۔ کیا آپ بھی عورت ہو گئے ہیں اسکے گلے میں کپڑا ڈالکر اسے چپ کیوں نہیں کراتے۔ اگر آپ ڈرتے ہیں تو لائیے میں اسے خاموش کر دیتا ہوں۔

اتنا کہکر وہ میرے پاس آیا۔ میں بے پرواہ تھا۔ میں نے اُسے بھی سینکڑوں گالیاں دیں یہانتک کہ اُسکے اوپر تھوک بھی دیا۔ اُس نے اپنی کمر کھولی اور مجھے ختم کر ہی چکا تھا کہ اسمعیل نے پھر دخل دیا۔ اور مجھے بچا لیا۔ اُن دونوں میں پھر دوبارہ سخت فساد ہوا۔ مگر اسمعیل مجھے وہاں سے اُٹھا کر دوسرے درخت کے نیچے جہاں گروہ کے چند آدمی کھانا پکا رہے تھے لے گیا۔ اور اُن کے سپرد کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اُن لوگوں نے مجھے بہتیرا بلانا چاہا۔ مگر میں نہ بولا۔ میری گردن اور آنکھوں کا درد بڑھنے لگا۔ یہانتک کہ میں زار زار رونے لگا۔ کئی گھنٹہ تک تو میں اسی طرح پڑا رہا۔ آخر کار روتے روتے نیند آ گئی۔ عنقریب شام کے وقت میری آنکھ کھلی۔ جب اسمعیل نے مجھے بیٹھے دیکھا تو میرے پاس آکر مجھے دلاسا دیکر پیار کرنے لگا۔ اور کہا کہ آج سے تم میرے لڑکے ہوئے۔ ہم نے تمہارے والد کو ہرگز نہیں مارا۔ یہ دوسروں کا کام ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اُس سے کہا کہ میری گردن کی کچھ فکر کیجئے جو یہ درد کے بہت زیادہ ورم کر آئی ہے اُس نے دیکھا۔ اور کہا کہ خدا نے تمہاری جان بچائی ورنہ چوٹ بڑی سخت لگی تھی۔

اُس نے میری گردن پر تیل ملا۔ اور ایک پٹہ گرم کر کے باندھ دیا جس سے میرے درد کو بہت تسکین ہوئی۔ وہ میرے پاس بیٹھا اتنا چند گگا نے سجا رہے

میں مشغول تھے۔ شام کو مجھے کچھہ دودھ اور چاول کھانیکو دیا۔ سونے کے وقت اسمٰعیل نے مجھے ایک گلاس شربت یہ کہکر دیا۔ کہ اِس کو پی کر تمہیں اچھی طرح نیند آویگی۔ میرا خیال ہے کہ اُس میں ضرور افیون گھُلی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے پی لیا اور اگلے دن صبح کو جب میں بیدار ہوا تو مجھے کچھہ ہوش نہیں تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے تئیں گھوڑے کی پیٹھ پر اسمٰعیل کے بازو میں پایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ سفر کر رہے ہیں۔

صاحب۔ میں سفر کا حال چھوڑ جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اسکے سوائے کچھ بھی یاد نہیں کہ گنیشا ہم لوگوں کے ساتھ اب نہ تھا۔ میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مجھے اُس سے بڑی نفرت تھی۔ اور اسکی شکل مجھے نہایت ناپسند تھی۔ گو کہ بعد ازاں کئی سال تک ہم لوگ باہم ٹھگی میں شریک رہے تھے۔ میں ہمیشہ اُس سے دلی نفرت رکھتا تھا۔ اور جو کہ اب تک قائم ہے اُس گروہ کے فقط سات آدمی اور اسمٰعیل باقی رہ گئے۔ ہم دور دراز کی منزلیں طے کرتے ہوئے ایک گاؤں میں پہونچے۔ جہاں اسمٰعیل نے کہا کہ میرا مکان ہے اور جہاں تمہیں میں اپنی بیوی کے سپرد کرونگا۔ وہاں پہونچنے پر اسمٰعیل نے مجھے اپنی نوجوان بیوی کے روبرو یہ کہکر پیش کیا کہ یہ میرے رشتہ دار کا لڑکا ہے جسے میں نے بہت دنوں سے متبنیٰ کیا ہوا تھا۔ لیکن آج موقع پاکر ساتھ لے آیا ہوں۔

قصہ کوتاہ یہ کہ میں بدستور شروع کے گود لیا گیا اور چند عرصہ میں اپنی سب تکالیفیں بھول گیا۔

باب دوسرا

صاحب۔ اُسوقت میری عمر تقریباً پانچ سال کی ہوگی۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اتنی چھوٹی عمر کی باتیں میرے اب تک یاد ہیں۔ جب میں چند سال کے لیئے دہلی میں قید کیا گیا تھا۔ تو اکثر تخلیہ میں بیٹھ کر اپنی زندگی کے پرانے واقعات پر غور کیا کرتا

تھا۔ اور اُنکو سلسلہ وار ترتیب دیا کرتا۔ میری یادداشت نے اُس وقت میری بہت مدد کی جب اُسی قیدخانہ میں ایک دوسرے ٹھگ کی زبانی میں نے یہ حالات سُنے۔ اُسکی زبانی مجھے اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ مگر میں نے آپ کو صرف اپنی یادداشت کی باتیں سنائیں۔ خاصکر گنیشا کی زبانی جو جو حالات معلوم ہوئے وہ مجھے اب تک یاد ہیں۔ اُس نے کہا کہ اگر میرے اوپر اسمٰعیل کا خوف طاری نہ ہوتا تو جس وقت تم نے گالیاں نکالی تھیں تم کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔

خیر۔ ان باتوں کو جانے دیجئے اور دھیان سے میرے حالات سنئے۔ اسمٰعیل اور اُسکی بیوی دونوں میری پرورش کرنے لگے۔ مجھے دیکھ کر اکثر گاؤں والے چونکتے ہو جاتے تھے۔

اسمٰعیل کو بھی یہ شبہ ہوا کہ کہیں میں اُن لوگوں سے اپنے والدین کا حال نہ ظاہر کر دوں۔ اسلئے وہ مجھے اپنی اور اپنی بیوی کی نگاہ سے دم بھر کے لئے بھی علیحدہ نہ ہونے دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ میں اپنا سب حال بھول گیا۔ اور کچھہ دُھندلا سا خیال اون باتوں کا دل پہ باقی رہ گیا۔ یہاں تک کہ اگر میں اوس وقت کسی کو اپنا کہنا بھی تو اُسے ہرگز سمجھا نہیں سکتا تھا۔ اور سننے والا بھی میری باتوں پر اعتبار نہ کرتا۔

اسمٰعیل جب تک گھر رہتا تھا بزازی کی دوکان کرتا تھا۔ ہر ایک قسم کے عمدہ عمدہ کپڑے فروخت کیا کرتا تھا۔ مگر اُسکی طبیعت اس کام میں نہیں لگتی تھی۔ اُسکا خیال کسی دوسری طرف ہی لگا رہتا تھا۔ بعض دفعہ وہ مہینوں گھر سے غیر حاضر رہا کرتا تھا۔ اور گھر والوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہ وہ کہاں گیا ہے۔ یکایک وہ بہت سا کپڑا وغیرہ لیکر واپس آتا اور سابق دستور اُسکی بکری اپنی دوکان پر کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ مجھہ پر مہربانی کی نظر رکھتا تھا اور میں بھی اُس سے بہت پیار کرتا تھا۔ کیونکہ وہ میرے پہلے والد کی طرح

میں مشغول تھے۔ شام کو مجھے کچھہ دودھ اور چاول کھانیکو دیا۔ سونے کے وقت اسمعیل نے مجھے ایک گلاس شربت یہ کہکر دیا۔ کہ اس کو پی کر تمہیں اچھی طرح بنید آویگی۔ میرا خیال ہے کہ اُس میں ضرور افیون گھُلی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے پی لیا اور اگلے دن صبح کو جب میں بیدار ہوا تو مجھے کچھہ ہوش نہیں تھا۔ جب میری آنکھہ کھلی تو میں نے اپنے تئیں گھوڑے کی پیٹھ پر اسمعیل کے بازو میں پایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہم لوگ سفر کر رہے ہیں۔

صاحب۔ میں سفر کا حال چھوڑ جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اسکے سوائے کچھ بھی یاد نہیں کہ گنیشا ہم لوگوں کے ساتھ اب نہ تھا۔ میں یہ دیکھہ کر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مجھے اُس سے بڑی نفرت تھی۔ اور اسکی شکل مجھے نہایت ناپسند تھی۔ گو کہ بعد ازاں کئی سال تک ہم لوگ باہم ٹھگی میں شریک رہے تھے۔ میں ہمیشہ اُس سے دلی نفرت رکھتا تھا۔ اور چونکہ اب تک قائم ہے اُس گروہ کے فقط سات آدمی اور اسمعیل باقی رہ گئے۔ ہم دور دراز کی منزلیں طے کرتے ہوئے ایک گاؤں میں پہونچے۔ جہاں اسمعیل نے کہا کہ میرا مکان ہے اور جہاں تمہیں میں اپنی بیوی کے سپرد کرونگا۔ وہاں پہونچنے پر اسمعیل نے مجھے اپنی نوجوان بیوی کے روبرو یہ کہکر پیش کیا کہ یہ میرے رشتہ دار کا لڑکا ہے جسے میں نے بہت دنوں سے متبنی کیا ہوا تھا۔ مگر آج موقع پاکر ساتھ لے آیا ہوں۔

قصہ کوتاہ یہ کہ میں بدستور شروع سے گود لیا گیا اور چند عرصہ میں اپنی سب تکالیفیں بھول گیا۔

باب دوسرا

صاحب۔ اُسوقت میری عمر تقریباً پانچ سال کی ہوگی۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اتنی چھوٹی عمر کی باتیں میرے اب تک یاد ہیں۔ جب میں چند سال کے لیے دہلی میں قید کیا گیا تھا۔ تو اکثر تخلیہ میں بیٹھ کر اپنی زندگی کے پرانے حالات پر غور کیا کرتا

تھا۔ اور اُنکو سلسلہ وار ترتیب دیا کرتا۔ میری یادداشت نے اُس وقت میری بہت مدد کی جب اُسی قیدخانہ میں ایک دوسرے ٹھگ کی زبانی میں نے یہ حالات سنتے۔ اُسکی زبانی مجھے اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ مگر میں نے آپ کو صرف اپنی یادداشت کی باتیں سنائیں۔ خاصکر گنیشا کی زبانی جو جو حالات معلوم ہوئے وہ مجھے اب تک یاد ہیں۔ اُس نے کہا کہ اگر میرے اوپر اسمعیل کا خوف طاری نہ ہوتا تو جس وقت تم نے گالیاں نکالی تھیں تم کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔

خیر۔ ان باتوں کو جانے دیجئے اور دھیان سے میرے حالات سنئے۔ اسمعیل اور اُسکی بیوی دونوں میری پرورش کرنے لگے۔ مجھے دیکھ کر اکثر گاؤں والے چونکتے ہو جاتے تھے۔

اسمعیل کو بھی یہ شبہ ہوا کہ کہیں میں اُن لوگوں سے اپنے والدین کا حال نہ ظاہر کردوں اسلئے وہ مجھے اپنی اور اپنی بیوی کی نگاہ سے دم بھر کے لئے بھی علیحدہ نہ ہونے دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ میں اپنا سب حال بھول گیا۔ اور کچھہ دُھندلا سا خیال اون باتوں کا دل پہ باقی رہ گیا۔ یہانتک کہ اگر میں اوس وقت کسی کو اپنا کہنا بھی تو اُسے ہرگز سمجھا نہیں سکتا تھا۔ اور سننے والا بھی میری باتوں پر اعتبار نہ کرتا۔

اسمعیل جب تک گھر رہتا تھا بزازی کی دوکان کرتا تھا۔ ہر ایک قسم کے عمدہ عمدہ کپڑے فروخت کیا کرتا تھا۔ مگر اُسکی طبیعت اس کام میں نہیں لگتی تھی۔ اُسکا خیال کسی دوسری طرف ہی لگا رہتا تھا۔ بعض دفعہ وہ مہینوں گھر سے غیر حاضر رہا کرتا تھا۔ اور گھر والوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہ وہ کہاں گیا ہے۔ یک بیک وہ بہت سا کپڑا وغیرہ لیکر واپس آتا اور سابق دستور اُسکی بکری اپنی دوکان پر کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ مجھہ پر مہربانی کی نظر رکھتا تھا اور میں بھی اُس سے بہت پیار کرتا تھا۔ کیونکہ وہ میرے پہلے والد کی طرح

مغرور اور بد مزاج نہ تھا۔ میری نئی والدہ بھی مجھے ہرگز ناراض نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اُن کے کوئی دوسرا لڑکا یا لڑکی نہ تھا۔ صرف میں ہی اُس اندھیرے گھر کا چراغ تھا۔ اسلئے وہ بھی حتی المقدور مجھے خوش رکھتی تھی۔ میری پوشاک ہمیشہ پاک صاف رہتی۔ اور جو چیزیں لڑکوں کے لئے چاہئیں سب موجود رہتی تھیں۔ مجھے خیال ہے کہ میری عمر تقریباً نو سال کی ہوگی کہ جب میری والدہ کا انتقال بخار سے ہوا تھا اسمعیل یعنی میرا باپ اُسوقت گھر میں نہیں تھا وہ باہر کسی جگہ گیا ہوا تھا۔ اسلئے اُسکے واپس آنے تک مجھے ایک ہمسائے نے اپنے گھر بچا کر رکھا۔

صاحب۔ سفر سے واپس آنے اور اپنی بیوی کے انتقال کی خبر سنتے اور اپنا گھر ویران پانے سے جیسی مایوسی اسمعیل کو ہوئی میں آپ سے کیا بیان کروں۔ میں نہایت چھوٹا تھا۔ اُسے کیا صبر دے سکتا تھا۔ مگر وہ ہر جمعہ کو اپنی بیوی کی قبر کو پھولوں سے سجانے جاتا اور زار و زار روتا تھا۔ آہ بیچاری مریم بہتر ہوا کہ تیری موت ہوگئی۔ اگر تو زندہ رہتی تو تیری کیا حالت ہوتی۔ آج تمام دنیا میں اس بات کی شہرت و بدنامی ہوتی کہ تو ایک مشہور ٹھگ کی بیوی ہے اور یہ دھبہ تیرے پاک دامن پر ہمیشہ رہتا۔

صاحب۔ وہ بیچاری اس راز سے ہرگز واقف نہیں تھی کہ اسمعیل کون تھا۔ اسکے لئے تو وہ ایک عزت دار رئیس تھا۔ اُس کی ہر ایک خواہش فوراً پوری کیجاتی تھی۔ اُسکو کسی آرزو کے لئے آزردہ نہیں ہونا پڑتا تھا۔ اسمعیل کے طور و طریقہ اس قسم کے تھے کہ اُسکی گرفتاری تک ہرگز وہ بیچاری نہیں جا سکتی تھی۔ کہ میں ایک روزگاری ٹھگ کی بیوی ہوں۔

اب میں اپنی زندگی کے چار پانچ سال یونہیں چھوڑ جاتا ہوں کیونکہ اُن ایام میں کوئی بات قابل بیان نہیں ہے۔ اپنی بیوی کے انتقال کے چند روز بعد اسمعیل وہ گاؤں چھوڑ کر دوسرے مرنبی نامی گاؤں میں جو اُس وقت سندھیا گورنمنٹ کے ماتحت تھا اپنی سکونت اختیار کی۔ اور مجھے ایک شیخ ملا کے پاس پڑھنے

تحصیل علم فارسی بٹھایا گیا۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو دیکھا۔ کہ اسمعیل کے پاس بہت سے آدمی رات کو آتے جاتے ہیں مجھے خود بخود یہ جاننے کی خواہش ہوئی کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیوں جمع ہوتے ہیں۔ ایک روز شام کے وقت جب اُن کے آنیکی خبر تھی میں بہانہ کر کے لیٹ رہا۔ اور ساتی وستور سونے کے لئے اُٹھ گیا۔ اور جس کمرے میں وہ لوگ بیٹھے تھے اُس کے دوسرے کونے پہ ایک پردے کے پیچھے لیٹ کر اُنکی باتیں سُننے لگا۔ اُنکے لئے جو کھانا تیار کیا گیا تھا۔ وہ اُسے کھا کر ایک دوسرے کے قریب ہو کر بیٹھ گئے اور ایک ایسی زبان میں باتیں کرنے لگے جسے میں مطلق نہ سمجھ سکا۔ یہ مجھے ایک عجیب بات معلوم ہوئی۔ کیونکہ میں صرف ہندوستانی بولی جانتا تھا۔ اور گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ رہنے سے کچھ گنواری بولی بھی سیکھ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد اسمعیل اٹھا اور جہاں میں لیٹا تھا اُس کے پاس والی کوٹھڑی میں گیا۔ میں اُسکے آنے سے بہت ڈرا۔ اس خیال سے کہ شاید اُس نے مجھے دیکھ نہ لیا ہو۔ خیر وہ کوٹھڑی میں سے ایک صندوق لے کر آیا۔ اور اُن سب آدمیوں کے بیچ میں رکھ کر کھولا۔

حالانکہ میں اُسے امیر آدمی خیال کرتا تھا۔ مگر یہ گمان مجھے نہیں تھا۔ کہ اسکے پاس اتنی دولت ہے اُس صندوق میں سونے چاندی کے زیور اور موتیوں کی لڑیوں کے علاوہ بہت سے بیش قیمت جواہرات بھی تھے۔ اُن کو نکال کر اسمعیل نے سب برابر حصے کئے اور ایک ایک حصہ ہر ایک شخص کو دیدیا۔ اور اپنے لئے بھی ایک حصہ جسمیں بہت مال تھا رکھ لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ہندوستانی زبان میں جسے میں سمجھ سکتا تھا۔ گفتگو کرنے لگا۔ اُنمیں سے ایک نے جسکی لمبی داڑھی تھی اور دیکھنے میں بڑا معزز معلوم ہوتا تھا۔ اسمعیل سے کہا۔ کہئے میر صاحب اب اپنے امیر کے لئے کیا سوچا ہے اب وہ جوان ہو چکا۔ اور اگر آپ اُسکو ہم لوگوں کے کام میں ملانا چاہتے ہیں تو یہ موقع نہایت عمدہ ہے

کہ اُسے ابھی سے یہ کام سکھایا جائے۔ اور اب اُس کا مکان میں رکھنا نہایت خطرناک ہے۔ شاید وہ ہم لوگوں کا حال جان لے اور قبل اسکے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو۔ وہ دوسری طرف چلدے۔

اسمعیل۔ نے کہا کہ آپ اُس سے کسی قسم کا خوف نہ کیجئے۔ وہ مجھ سے نہایت محبت رکھتا ہے اور سوا ئے میرے اس دنیا میں اُس کا کوئی دوسرا سرپرست بھی نہیں ہے اس کا والد بھی اتنا کہہ کر اسمعیل پھر اُسی زبان میں باتیں کرنے لگا جسے میں نہ سمجھتا تھا۔

اُس دوسرے شخص نے جس کا نام جبین تھا اور جسے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کیونکہ اُسے اسمعیل نے ظاہرا طور پر کپڑے کی خرید و فروخت کے لئے اپنا گماشتہ مقرر کیا ہوا تھا۔ کہا کچھ پرواہ نہیں لڑکا بھی نہایت چست چالاک ہے۔ یہ درست نہیں کہ آپ اُسے اس طرح لاپرواہی سے گھومنے پھرنے دیں۔ اس سے وہ چند روز میں بہت سی باہری باتیں جان جائیگا۔ اگر ابھی سے اُسکو یہ کام سکھلایا جاوے وہ اس عمر میں بھی ہم لوگوں کا بہت سا کام دے سکتا ہے اگر اُسے یہ کام سکھانا ہے تو اس کی تربیت ابھی سے دی جائے۔ یقین رکھئے کہ جتنی جلدی وہ گر کھائیگا۔ اتنا ہی زیادہ اُسے چسکا پڑیگا۔ میں نے بھی ایک دفعہ ایک لڑکا پالا تھا۔ ایک مرتبہ جب اُس کا ہاتھ اس کام میں لگ گیا تو وہ اپنے کام میں پورا شیر ہو گیا۔ ایسا پختہ نکلا کہ ہم لوگوں میں سب سے پرانا ہاتھ بھی اُس نئے ہاتھ کے مقابلہ میں نہ ٹھہرتا تھا۔

اسمعیل نے کہا کہ بہتر ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کا کہنا درست ہے اور لڑکا بھی ہونہار ہے وہ اپنی عمر پر زیادہ مضبوط اور دلیر ہے۔ کثرت میں جسکا میں نے اُسے لڑکپن سے ربط کرایا۔ اُسکے مقابلے کوئی نہیں ٹھہرتا۔ مگر اُس کا مزاج ایسا نرم اور حلیم ہے کہ میں نہیں جانتا۔ کہ یہ حال اُسکے سامنے کس طرح ظاہر کروں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ ہرگز راضی نہ ہوگا۔ یہ سن کر تیسرے

شخص نے جیسے میں نے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا کہا۔ اور یہ نرم دل لڑکے تو ہمارے خاص مطلب کے ہیں۔ انکو چاہے جس طرف لگا لیا جاتا ہے اور اِن پر زیادہ اعتقاد رہتا ہے اس بات کو ایک مرتبہ اُسے سمجھا دیئے۔ اور اس کام میں شہرت اور بہشت پانیکا یقین دلا دیئے۔ اُسے اُن حوروں کا حال سنا دیئے جیسے ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بخشنے کا وعدہ کیا ہے۔ اُسے اندر کے بہشت کا بھی حال سنا دیئے۔ آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ یہ سب باتیں یقیناً ہم لوگوں کو دستیاب ہونگی۔ پہلی بات تو ہمیں مسلمانی مذہب سے دوسرے اپنے روزگار سے حاصل ہونگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بیشک اسے قبول کر لیگا۔

اسمعیل نے کہا آپ نے خوب پہچانا۔ وہ چھوکرا ابھی اُس بیوقوف بڈھے مسجدی ملّا کے پاس فرصت پاتے پر جایا کرتا ہے اُس نے اُس کا دماغ قرآن شریف کی آیتوں سے اسقدر بہشت کے بارہمیں پھیر دیا ہے کہ وہ گاہے بگاہے خود اپنے تئیں بھی بھول جاتا ہے اور یہی مقام اُسکے دل پر اثر لانیکا ہے۔ میں اس بارے میں اُسے سمجھاؤنگا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ہم لوگوں میں جلد شریک ہو جائیگا۔

حسین نے پھر ہنسکر کہا۔ جتنا جلدی ہو بہتر ہے۔ میں نوآموز کے ہاتھ کی کثرت دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اُسکی شکل ایسی بھولی معلوم ہوتی ہے۔ کہ جب اُس کے ہاتھ میں رومال دیکر اُس سے کہا جائے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خاموش اُس بڈھے نے کہا۔ کہ فرض کرو۔ وہ آپ لوگوں کی باتیں سنتا ہو آپ تو کل باتیں صاف صاف ہی بیان کرنے لگے۔ اگر اُس نے سن لیا تو شاید اُسکو کوئی دوسرا ہی خیال پیدا ہو۔ اور وہ نکل بھاگے جیسا کہ میں پیشتر کہہ چکا ہوں۔

اسمعیل نے کہا۔ نہیں نہیں اس کا مطلق خوف نہ کیجئے۔ مگر یہ تو کہیئے کہ آپ منزلوں سے تھک تو نہیں گئے یاد رکھئے کل ہم لوگوں کو دوسرا سفر دور دراز در پیش ہے۔

اور کچھ منافع بھی گھر آیا تھ لگے گا۔ سب نے کہا۔ ٹھیک ہے اور اُٹھ کھڑے ہوئے چلئے آرام کریں۔ یہاں پر بہت گرمی ہے ذرا میدان میں چلکر ٹھنڈی ہوا کی بہار لیں اتنا کہہ کر وہ سب کمرے سے باہر چلے گئے۔

صاحب۔ آپ یقین جانیئے۔ کہ اُس وقت میری طبیعت میں کس قدر فکر پیدا ہُوا اسمٰعیل کون ہے اور یہ سب کون ہیں یہ کیا بات ہے جو مجھے جانتی اور سکو فنی ہوگی میری طبیعت چکر میں تھی۔ اُس رات کو مجھے بالکل نیند نہیں آئی جس سے بخار کی حرارت ہو گئی۔ میری دلی خواہش یہ پیدا ہوئی۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ میں اسمٰعیل کا شریک ہوں اور معلوم کروں کہ وہ کیا راز ہے اب تک میں فقط لڑکا سمجھا جاتا تھا۔ اور میرے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا۔ مگر اب یہ بات دور ہونے کو تھی میں سانپ کی مانند اپنی کینچلی بدلنے کو تھا۔ میں نے اُس کی زبان سے یہ تو سمجھ لیا کہ میرے والد کون تھے۔ اسمٰعیل میرا حقیقی والد نہیں ہے۔ میں اپنی یادداشت پر اس امر کے جاننے کے لئے بہت زور دینے لگا۔ کہ میرے والد کون تھے۔ مگر کچھ یاد نہ آیا اسکے بعد جیسا کہ میں آپ سے بیان کر چکا ہوں جب میں بارہ سال تک قید تھا۔ میری یادداشت نے کچھ کچھ مجھے مدد پہونچائی۔

وہ ضعیف مُلا اب تک میری نظروں میں سب سے زیادہ عالم و فاضل جچتا تھا۔ اُس نے میرا دل قرآن شریف کی آیتوں سے اسقدر پھیر دیا تھا۔ کہ مجھے بہشت کا جلسہ سناتا۔ ہزاروں حوروں کا حال جو سچے آدمی کو ملینگی۔ کہتا اونکی خوبصورتی اونکی یاقوتی آنکھیں موتیوں سے دانت لال سے ہونٹ اور مشک جیسی دہن کی خوشبو۔ جواہرات کے محل ہمیشہ کی زندگی اور نوجوانی کے ذکر کرتا تو مجھے یقین ہوتا کہ یہ سب عیش مجھے بیشک حاصل ہونگے۔ ان باتوں سے مجھے [illegible] نفرت ہوتی تھی۔ اور جب یہ سب باتیں میں اسمٰعیل کو سناتا تو وہ [illegible] میری طرح زیادہ خوش ہوتا۔ اور اکثر افسوس ظاہر کرتا کہ میں نے اپنی بدقسمتی سے قرآن شریف کو نہیں پڑھا ورنہ میں بھی ان سب عمدہ عمدہ باتوں کو جانتا۔

اتنے پر بھی حسین نے ملا کو بیوقوف کہا تھا۔ میں نے سمجھا کہ اُن کا روزگار اس سے بھی زیادہ معزز ہوگا۔ کیونکہ ان کا حال سچے مسلمانوں سے بھی بڑھکر معلوم دیتا ہے۔

مجھے اس بات کے جاننے کی بڑی خواہش ہوئی کہ وہ کونسا حج ہے آخرکار میں نے یہ سوچا کہ اگر اسمعیل مجھے یہ راز نہ بتلا دیگا تو میں تو ضرور خود ہی اس سے اس کا تذکرہ کرونگا۔

صاحب۔ میں پیشتر کہہ چکا ہوں۔ کہ اُس رات میری آنکھہ مطلق نہ جھپکی تھی۔ جب میں صبح کو اٹھا۔ تو دیکھا کہ اسمعیل اور وہ سب لوگ چلے گئے۔ چند روز تک وہ لوٹ کر نہ آیا۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ مگر اُسکی حرکتیں اب میری نگاہ میں کچھہ دنوں سے کھٹکتی تھیں اور اُس کا اکثر غائب ہونا اُسکے اصلی پیشہ پر کچھہ روشنی ڈالنے لگا تھا۔

میں نے خیال کیا کہ یہ فقط نماز نہیں ہے ضرور کوئی اور بات ہے جو مجھے معلوم نہیں ہوتی میں اس کا پتہ لگانے کے لئے اُس ضعیف ملا کے پاس گیا۔ ملا جس کا نام عزیز اللہ تھا۔ بڑی محبت اور مہربانی سے مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ مگر میری شکل دیکھ کر کہا کہ کیا تمہاری طبیعت کچھہ علیل ہے تمہارے چہرہ سے تفکر جھلکتا ہے گویا تمھیں بخار ہوا۔ میں نے کہا جی ہاں میرے سر میں کچھ درد تھا۔ مگر اب آرام ہے۔ اتنا کہہ کر میں نے نماز پڑھی۔ اور پھر ملا کے پاس بیٹھکر اُس سے کہا کہ برائے مہربانی قرآن شریف کھول کر مجھے اُن آیتوں کو جنھیں میں بہت چاہتا ہوں پھر دوبارہ سمجھائیے۔ اُس ضعیف شخص نے اپنا چشمہ لگایا۔ ادہر ادہر اُدھر دیکھہ کر آیت در آیت عربی میں پڑھ کر مجھے اُن کا مطلب ہندوستانی زبان میں سمجھانے لگا۔ یہ وہی آیتیں تھیں جو میں نے اکثر سنی تھیں بعد اُس کے ختم کرکے میں نے بڑی منت سے پوچھا کہ اگر کوئی اور حصہ بھی باقی ہو تو براہ عنایت سنائیے۔

اُس نے کہا میرے فرزند میں نے تم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی ہے۔
بیشک میرا علم اس پاک قرآن شریف کے بارے میں محدود ہے مگر افسوس اگر
تم نے میرے اوستاد مرحوم مغفور کی بنائی شرح دیکھی ہوتی تو معلوم پڑتا کہ
اُنہیں کیسا پورا علم تھا۔ یہانتک کہ بعض بابوں کی آیتوں پر جنکا مطلب کے
الہام والوں سے محفوظ ہے اُنہوں نے اس قدر شرح لکھی ہیں کہ اُنکی ایک علیحدہ
کتاب تیار ہے۔ فقط اتنا ہی نہیں بعض آیتوں کے علیحدہ علیحدہ لفظ اور حرفوں
پر بھی شرح لکھی ہے مگر اب وہ بہشت کے عیش وعشرت کا لطف اُٹھا رہے
ہیں۔ جس کا حال میں تمہیں سنا چکا ہوں۔ میں اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ اُسے تم کو
بار بار پڑھ کر سناؤں۔ میں نے کہا۔ جی ہاں درست ہے۔ مگر جو کچھ آپ نے فرمایا
اسکے علاوہ آپ نے اپنی تمام عمر کوئی اور بات نہیں سنی۔ آپ ضرور مجھ سے کچھ چھپاتے
ہیں۔ اور جیسے آپ بوجہ میری کمسنی کے ظاہر کرتے خوف کھاتے ہیں۔
اُس نے کہا نہیں نہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ ہمارے مذہب کے چند لوگ مثلاً
صوفی وغیرہ نے جنہیں خدا غارت کرے اکثر گا ہے بگا ہے کئی باتیں جوڑ دی ہیں
جو بیہودہ ہے سادہ لوگوں کو جال میں پھنسا لیتی ہیں۔ مگر اُن پر اعتقاد کرنیوالے
دوزخ میں جاتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ گو تم ابھی کمسن ہو۔ مگر پھر بھی تمہارا اعتبار
اس قدر جم گیا ہے کہ اب تمہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی
مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی کیا گمراہ کریگا۔ میرا یہ سوال صرف
اسی غرض سے تھا۔ کہ شاید مجھے اور کچھ سیکھنا باقی رہ گیا ہو۔ میں نے دیکھا کہ
یا تو وہ آگے جانتا ہی نہیں یا وہ دانستہ مجھے نہیں بتلاتا۔
میں نے پوچھا۔ قبلہ یہ تو بتلائیے کہ میں کون سا روزگار کروں جسمیں آپکی
تعلیم کا عمدہ اثر ہمیشہ مجھ پر قائم رہے۔
اُس نے جواب دیا کہ تم ملّا ہو جاؤ۔ پہلے تو تمہیں سخت محنت پڑھنے کیلئے
کرنی ہوگی۔ مگر کچھ روز بعد یہ دقت آپ ہی جاتی رہیگی اور یہ بھی اعتقاد رکھو کہ

کوئی بھی فن یا روزگار ایسا نہیں ہے جو خدا کو ملاپن کے بہ نسبت زیادہ پسند ہو
میں تمکو عربی زبان کی ابتدائی باتیں سکھلا دونگا اور جب تمہارے والد
تمہارا خیال اس طرف رجوع ہو دیکھینگے تو ہرگز روک ٹوک نہ کرینگے ۔ بلکہ
میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ تمہاری تعلیم کو جیسے میں شروع کرونگا پختہ
کرنیکے لئے تمہیں دہلی بھیج دینگے ۔

میں نے کہا بہت اچھا میں اسپر غور کرکے آپ سے کہونگا ۔

مگر ملا ہونیکے لئے میرا ارادہ بالکل نہیں تھا ۔ یہ مجھے معلوم ہی ہوگیا
تھا ۔ کہ ملا عزیز اللہ نہایت غریب اور ادہر ادہر مانگ کر بمشکل تمام
تمام اپنی زندگی بسر کرتا تھا ۔ علاوہ اس کے اسمعیل ملا نہیں تھا اور نہ
ہی اسکے ساتھی حسین وغیرہ ہی یہ کام کرتے تھے ۔ اسلئے میں نے سوچا
کہ میرے دل کو اسیوقت قرار آئیگا ۔ جبکہ میں انکا ساتھی بن لونگا ۔ وہ
لوگ خواہ کوئی ہوں ۔ مگر مجھے انکا ہم پیشہ بننا پسند تھا ۔ صاحب اسکے بعد
میں اس ملا کے پاس کبھی نہ گیا ۔ جو کچھہ تھوڑا بہت علم کا خزانہ اسکے پاس
تھا ۔ وہ میں حاصل ہی کرچکا تھا ۔ اب اگر میں ایک مرتبہ بھی اپنی خواہش اسکے
سامنے اپنے آئندہ روزگار کی ظاہر کرتا ۔ تو وہ اپنی رائے ملا بننے کی قائم رکھتا
اور مجھہ سے بار بار اسی بات پر بحث کرتا ۔ چونکہ مجھے ملا بننا پسند نہ تھا ۔ اسلئے
اس سے دور ہی رہنا مناسب سمجھا ۔

خدا کرتا کہ میں ملا بن گیا ہوتا ۔ کوئی بھی دوسرا کام میری اس حال کی
نوبت سے بہتر ہوتا ۔ مگر میری قسمت میں ٹھگ بننا لکھا تھا اور اخیر میں
اسطرح قید میں رہنا لکھا تھا پھر میں دوسرا کام کس طرح کرسکتا تھا ۔ جو
کچھہ قسمت میں لکھا تھا وہ کبھی نہیں ٹل سکتا تھا ۔ خیر تقریباً ایک ماہ بعد
اسمعیل حسین کے ساتھ واپس آیا ۔ اسمعیل نے جسے میں والد کہا کرتا تھا ۔
دیکھا کہ میری شکل تبدیل ہے اسکے دریافت کرنے پر میں نے یہی جواب دیا

جو میں نے راما کو کہا تھا۔ یہ سنکر اُسکی تسلی ہوئی۔ مگر کیا میری تسلی ہو گئی۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ میری طبیعت اُس بات کو سننے کو گھبرا رہی تھی۔ شب کو مجھے نیند نہ آتی تھی۔ رات بھر پڑا پڑا خیالی گھوڑے دوڑایا کرتا۔ مگر منزل مقصود پر نہ پہنچتا تھا۔ کبھی دل میں آتا کہ والد کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔ اور اپنی تقدیر آزماؤں۔ یہانتک کہ ایکدن تھوڑے سے کپڑوں کی گٹھڑی باندھ اور تھوڑے سے روپے پیسے جو میرے پاس تھے لیکر تیار تھا۔ کہ آج رات کو شہر چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جو ہوگا دیکھا جائیگا۔ مگر جب وہ وقت آیا مجھے مسافرت کی تنہائی کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ میرا ارادہ ملتوی ہو گیا۔ اور میں اپنے ارادہ سے باز آگیا۔ اور اس عقدہ کو حل کرنیکا کام منحصر پر چھوڑ دیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ آئندہ اپنے والد اور اُسکے ساتھیوں پر ہوشیاری سے نگاہ رکھونگا۔ بہت سی باتیں میں نے ایسی سوچ رکھی تھی کہ موقع ملنے پر اپنے والد سے ظاہر کرونگا۔ مگر جب وقت آتا تو میری ہمت نہ پڑتی۔ اس وجہ سے نہیں کہ میں بزدل تھا نہیں میں بڑا دلیر تھا۔ مگر نہیں معلوم میری طبیعت کیوں ایسی ہو جاتی تھی۔

ایک دن شام کے وقت اسمعیل نے مجھے اپنے کمرے میں جہاں وہ سوتا تھا۔ بلایا۔ جیوں ہی میں نے چوکھٹ پر پیر رکھا میرا کلیجہ اس خیال سے کہ آہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے زور سے دھڑکنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اسمعیل کی طبیعت متفکر ہے اُس نے مجھے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور میں بیٹھ کر اُسکی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھی بہت دیر تک میری طرف چپ چاپ دیکھتا رہا۔ اُس کمرے میں اسوقت ایک چھوٹا سا چراغ جل رہا تھا۔ جس سے تھوڑی تھوڑی روشنی اُس کمرے میں پھیل کر اُسکی تاریکی کو دور کر رہی تھی۔ میرا دل اندر سے بڑا گھبرا رہا تھا۔ یہانتک میرا دم گھٹنے لگا اور میں اُٹھکر اپنے والد کے قدموں پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اُس نے مجھے پیار اور مہربانی سے کہا۔ کیوں میرے فرزند امیر۔ یہ کیا بات ہے تجھے کسی بات کی دقت ہوئی یا کوئی مشکل در پیش آئی مجھ سے کہتا کیوں نہیں۔ یہ تم جانتے ہی ہو کہ اس دنیا میں اسوقت تمہارے والد سے بڑھ کر تمہارا چاہنے والا کوئی نہیں۔ افسوس کہ تمہاری والدہ بھی اس وقت یہی نہیں ہے۔

صاحب۔ جب مجھے بولنے کی طاقت ہوئی میں نے ڈرتے ڈرتے وہ سب حال جو میں نے اُس دن رات کو سنا تھا۔ کہہ دیا جب میں سب حال بیان کر چکا۔ اُٹھ کھڑا ہوا اور میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ آبا جان یہ میری سخت غلطی ہے۔ مگر لڑکپن کی خصلت نے مجھ پر اپنا اثر غالب کر لیا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ میرے تمام خیالات کیوں بدل گئے۔ اب میں لڑکا نہیں ہوں۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ اور میری یہی غرض ہے کہ آپ ایک مرتبہ مجھے کسی کام پر آزما کر دیکھیں اتنا کہہ کر میں اپنے دونوں ہاتھ بغل میں داب کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ میرے اس کہنے سے میرے والد کے دل پر عجیب اثر پیدا ہوا۔ گو کہ کمرہ میں روشنی بہت کم تھی۔ تاہم میں نے اُسی روشنی میں اپنے والد اسمعیل کے چہرہ کے آثار چڑھاؤ سے معلوم کر لیا کہ وہ کسی گہرے سوچ میں پڑ گیا ہے۔ آخر کار وہ بولا جب تک وہ چپ تھا میں بڑے شش و پنج میں تھا۔ اُس نے کہا اسے فرزند جس قدر میں جانتا تھا۔ اُس سے زیادہ آگاہی تمہیں ہو چکی ہے اب میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم میرے موافق ہو جاؤ۔ اور جس قدر واقفیت مجھے تمہارے چال چلن سے ہے اُس سے مجھے گمان ہوتا ہے کہ تم بہت کچھ کام کر سکو گے۔

میں نے جوش میں آکر کہا کہ آپ میرا اعتقاد کیجئے آپ کو کبھی میری طرف سے افسوس کرنیکا موقع نہ ملیگا۔

اُس نے کہا میں تمہارا اعتبار کرتا ہوں اب جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے

غور سے سنو۔ کیونکہ اسی پر تمہاری آئندہ زندگی کا انحصار ہے۔ اور
جب تمہیں ایک دفعہ سب حال معلوم ہو جائیگا تو تمہارا سب شک رفع
ہو جائیگا۔ صرف تمہیں ایک بات آزمائش کے طور پر کرنی ہوگی۔ اسمیں تمہاری
بابت دیکھی جاویگی کہ تمکو کیا ارادہ ہے۔
میں نے کہا ضرور ایک مرتبہ میرا امتحان لیجئے۔ یہ سنکر وہ کچھ سوچنے لگا۔
بعد ازاں بولا کہ آج تو نہیں مگر ہاں پرسوں میں تمکو سب حال بتلا دونگا۔
یہ سُنکر میں کچھ مایوس ہوگیا۔ مگر دل میں پرسوں کی اُمید باقی تھی۔ کچھ دیر
بعد اُس نے مجھے سونے کی چھٹی دی۔
تیسرے دن اسمعیل اپنا وعدہ پورا کیا۔ مگر صاحب میری زبان کو طاقت نہیں
کہ کس طرح آپ سے اُس اثر کا ذکر کروں جو اُسوقت میرے دل پر ہوا تھا۔ میں اسلئے
ہچکتا ہوں کہ اُس نے پہلے اپنی زندگی کا مختصر حال مجھے سُنایا۔ اُس کے بیان
کرنے سے ابھی میرا حال رہ جائیگا۔ مگر آپ اُسے نہایت پسند کرینگے اور آپ کو
بڑا تعجب ہوگا۔
میں نے کہا اسمیں کوئی شک نہیں امیر علی جب تم اپنا حال ختم کر چکو تو بعد ازاں
وہ بھی بیان کرنا۔ امیر علی نے کہا صاحب آپ کا کہنا سہی ہے اسوقت تو میں اسمعیل
کا سب حال چھوڑ جاتا ہوں صرف اُسکے آخری لفظ ظاہر کرونگا۔ اُسکے آخری
بیان نے پر ایسا اثر کیا کہ مجھے دنیا سے ایک دم نفرت ہوگئی اور یہی اعتقاد جم
گیا کہ اس زمانہ میں ٹھگی کے سوائے دوسرا کوئی ایسا روزگار نہیں ہے کہ جس میں
سچا عیش اور ایمان کی اُمید ہو۔ اُنہیں میں آگے بیان کرتا ہوں۔ یہ میرے دل
پر پختہ نقش ہوگیا۔ اور اب تک اُس کا اثر قائم ہے میرے والد نے کہا کہ اے
میرے فرزند میں نے اپنی زندگی کا حال تمہاری واقفیت کے لئے بیان کیا اب مجھے
کچھ اور کہنا باقی نہیں ہے۔ اب اسکے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں ٹھگ ہوں۔
یعنی اُس معروف فرقہ کا احباب ہوں کہ جسمیں اللہ نے اپنے خاص کام کے لئے بہت

پرانے زمانہ سے چند چیدہ لوگوں کو پسند کر لیا تھا اس فرقہ میں ہندو مسلمان دونوں
بھائی کے مانند مل کر کام کرتے ہیں بے ایمانی کا نام و نشان بھی نہیں اور یہ ہی پکا
ثبوت ہے کہ ہمارا روزگار اللہ تعالیٰ کی برکت اور حکم سے قائم ہے چاہے جہاں تلاش
کر لو۔ اس دنیا کے پردے پر سوائے ہم لوگوں کے سچا ایمان کہیں بھی نہیں پایا جاتا
میں نے اس جہان میں کہیں بھی ایمانداری نہیں پائی۔ ہر ایک آدمی اپنے ہمسائے
کو دھوکا دینے اور اُسے نیچا دکھانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس لیئے میں اس
سنگدلی کو ترک کرکے اپنی سچائی کو اختیار کیا ہے۔ جسکے خیال کرنے سے میری
روح تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ ہم لوگوں میں ہر ایک شخص کے دل کو یکساں جوش اُبھارے
رکھتا ہے چاہے جہاں چلے جاویں ہمارے لئے سب گھر کھلے ہیں اور سب قوموں
میں ہماری خاطر داری موجود ہے۔ خواہ ہم ہندوستان کے ٹھگ اُن کی زبان سے
مطلق واقف نہ ہوں تاہم شناخت کے اشارے ہم لوگوں کے اور اُنکے ایک ہیں جب
چاہے تم اُنکے ملک اسیات کا تجربہ کر لو۔ جیسے میں نے خود کیا تھا۔ کیا یہ باتیں بغیر خدا کی
مدد کے ہو سکتی ہیں مقاصد انسانی ایسے مختلف اور ہمارے ملک کی حالت ایسی خراب
ہو گئی ہے کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ بغیر اُس پروردگار کی مرضی کے ایسی خوش
اخلاقی کسی فرقہ یا قوم میں نہیں ہو سکتی۔ پہلے پہل تو اس کام کے کرنے میں تمہیں
کچھ ناگواری ہوگی لیکن یہ وقت جلد رفع ہو جائیگی۔ کیونکہ جو عمدہ سامان ہم لوگوں
کو حاصل ہوتا ہے وہ دم بھر بھی اُسکے وسنیائی کے وسیلہ کو خیال میں ہرگز نہیں آنے
دیتا۔ سوائے اسکے یہ قسمت ہے اُس پاک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اور اسے کون
ٹال سکتا ہے اگر وہ ہمیں اس کار میں لگاتا ہے تو وہ ساتھ ہی ہمیں مضبوطی اور
دلیری بھی دیتا ہے وہ ایسی ہمت بخشتا ہے جسے کوئی مشکل نہیں دبا سکتی۔ اور
ایسی سرگرمی عطا کرتا ہے کہ جو اپنے مقصد کے حصول میں ہرگز ناکامیاب نہیں
ہوتی۔ میرے فرزند میں تمہیں بھی بنایا چاہتا ہوں میری عنایت سے تم اس کار
کو ادنیٰ درجہ سے شروع کروگے۔ جیسے دوسرے شخص کئی برس محنت کرنے پر بھی

حاصل نہیں کرسکتے۔ تمہیں کبھی کسی بات کی حاجت نہیں ہوگی۔ کیونکہ میری تمام
دولت تمہاری ہے۔ مضبوط ہو۔ ہمت رکھو۔ چالاک بنو اور ایماندار ہو۔ بس
اسکے سوائے تمہیں کسی بات کی ضرورت نہیں اُس ٹھگ کو جو ہمارے بھائی چارے
میں عزت رکھتا ہے اور کامیابی کے ساتھ اونچے درجہ کو پہونچتا ہے سب سے
صفتیں یہ ہی ہیں۔ اب میں اُس دن کا انتظار کرتا ہوں کہ جس دن تمہیں تمہارے
گروہ کا سردار دیکھوں۔ اور اس شہرت کو سنکر آسودہ ہوں کہ اسمٰعیل کے بہادر
اور دلیر فرزند امیر علی نے دنیا میں اول نام پیدا کیا۔ بعد ازاں میں اپنی بقیہ عمر کے
دن آرام سے گذاروں مگر تب تک میں تمہارا سرپرست بھی اور برابر تعلیم
دیتا رہوں گا۔

باب تیسرا

میں نے کہا قبلہ آپ کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کا ہوں۔ میرے
لئے جو آپ کی مرضی ہو۔ کیجئے۔ آپ کی یہ بات سننے سے پیشتر میں نے آپ کے
ساتھیوں حسین وغیرہ کو اپنی بابت گفتگو کرتے سنا تھا جس سے میں نہایت متفکر تھا
مجھے اس بات کا خوف تھا کہ شاید آپ مجھے قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے۔ یہ میرے
دل پر ایک بوجھ سا معلوم پڑتا تھا۔ یہ ہی میرے رنج اور سستی کا سبب تھا۔ جو آپ
نے مجھ پر سے ایک مرتبہ پوچھا تھا۔ میں خود اُس موقعہ کی تلاش میں تھا۔ کہ جب میں
اپنا دل آپ کو کھول کر دکھلاؤں۔ اور آپ کے ساتھ ملنے کی التجا کروں۔ اب میں
لڑکا نہیں ہوں۔ آپ کی تواریخ سنکر میرے دل میں بہت سے خیالات پیدا
ہوئے ہیں جنکو اسوقت میں سلسلہ وار بیان نہیں کرسکتا۔ مگر میں آپ کی طرح نام پیدا
کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اور میری طبیعت اُسی کار میں شریک ہوا چاہتی ہے
جس میں آپ فرماتے ہیں کہ سچا ایماندار اور برادرانہ برتاؤ ہوتا ہے۔ ابھی تک میں
نے اس دارِ دروغ آمیز دنیا کو کچھ نہیں دیکھا۔ مگر جو کچھ آپ نے بیان کیا اُس سے

سننے سے میری طبیعت ایسے روزگار کرنیکی ہرگز نہیں ہوتی۔ جس کا کچھ بھی علاقہ
اس بد ذات دنیا سے ہو۔ آپ کے سوائے دوسروں سے بھی میں نے یہ ہی سنا ہے
کہ زمانہ نہایت خراب اور بیدل ہے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مجھے نام
پیدا کرنیکے لیئے چن لیا ہے اور یہ بات صرف آپ کے مبارک قدم کی رہنمائی سے حاصل
ہو سکتی ہے۔ آپ مجھے جدھر لے چلینگے میں اُدھر ہی راضی ہوں۔ آپ کے سوائے
میرا کوئی مددگار اس گاؤں کیا بلکہ کہیں بھی دوسرا آدمی نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں
دیکھتا کہ وہ لوگ اپنے والدین کا کام جو کہ میری نگاہوں میں بہت ہلکا ہے جانتے ہیں کرتے
ہیں تو میری طبیعت اُن سے ہٹ جاتی ہے۔ اور میں اُن سے الگ رہتا ہوں صرف
وہی ملا میرا ایک دوست ہے۔ جو مجھکو اپنے موافق ملا بنانا چاہتا ہے اور میرا رات
دن قرآن پڑھنے میں ضائع کرنا چاہتا ہے گو کہ آسکا رفدگار پاک ہے مگر اُس میں
طبیعت کو جوش نہیں آتا۔ اسلئے میرا دل اُس میں نہیں لگتا۔ کیوں کہ اپنی پیاس
کے بجھانے کی اُس میں کوئی اُمید نہیں دکھلائی دیتی جو میرے دل میں لگی ہوئی ہے۔
میری خواہش سپاہی ہونے اور سرکار سیندھیا کی فوج میں بھرتی ہو کر کافرنگیوں
سے لڑنے کی ہے۔ مگر اب یہ خیال جاتا رہا۔ اب میں ٹھگ کے سوائے کچھ نہیں بننا
چاہتا۔ میری خواہش ہے کہ میں اس دنیا میں آپ ہی کا کام کروں۔ میں آپ کو ہرگز
ناراض نہ کرونگا۔ اور میرے اس شوق کو سوائے موت کے کوئی دبا سکتا۔ اسمعیل نے
بڑی محبت سے کہا کہ خدا تمہارے دشمنوں کو موت دے۔ میرے اس قالب میں
صرف تمہیں ایک صبر کی جگہ ہو۔ مجھے اس دنیا میں سوائے تمہاری ترقی اور تزیین
کے اور کوئی خوشی یا فکر نہیں ہے۔ میرے فرزند مجھے پوری اُمید ہے کہ تم مجھے
مایوس نہ کروگے۔ جو آسودگی اور آرام مجھے خدا نے بخشا ہے اُسے تو تم دیکھتے ہی ہو
مگر میرے اختیار کا حال تمہیں معلوم نہیں۔ ہندوستان کے اس حصہ میں جتنے ٹھگ
ہیں وہ سب میرا حکم مانتے اور میرے تابع ہیں۔ ایک مفتہ پیشتر اطلاع دینے سے
ایک ہزار آدمی کی فوج میری فرمانبرداری کے لئے جمع ہو سکتی ہے۔ میں جو حکم دوں

وہ ملستقے کے لئے تیار ہیں۔ اب کچھ روز بعد دسہرہ پر اس کا حال تمہیں معلوم ہو جائیگا
ہم سب لوگ۔ واضحکر دہ جو نئے سال کے کھلنے پر رسم کرینگے اکٹھے ہونگے۔ اور آپکی
دفعہ یہ نسبت پچھلے سال کے زیادہ تیاری ہوگی۔ کیونکہ فرنگیوں کے ساتھ بھو لکر
اور سیندھیا کے جنگ ہونے سے جو گڑ بڑ مچی ہے اُس سے ہم لوگوں کو زیادہ
فائدہ ہوگا۔ اس موسم میں ہم لوگوں کو بہت کام رہیگا اور ہمارے آدمی بھی بہت
دنوں سے بیکار بیٹھے ہوئے اُکتا گئے ہیں اب وہ اپنا وقت کام میں لگانا چاہتے
ہیں۔ میں تمہیں تنور پور جہاں ہم لوگوں کے جمع ہونیکی صلاح ہوئی ہے لے چلونگا
کیونکہ وہاں کا زمیندار ہمارا دوست ہے۔ اور ہر طرح سے ہماری مدد کرتا ہے
وہاں تمہاری سب سے ملاقات کراؤنگا۔ اور تم حسب دستور ٹھگ بنائے
جاؤگے۔

صاحب۔ اس طرح ہم لوگوں کی گفتگو ختم ہوئی تمام رات اسی خیال میں گذر گئی۔
میں اُٹھ کر آرام کرنے گیا۔ مگر اب میں وہ امیر علی نہیں رہا تھا۔ میرے خیالات بالکل
تبدیل ہو گئے تھے۔ جب میں صبح کو اُٹھا تو معلوم ہوا کہ میری پرانی قوت دوبارہ جسم
میں آگئی ہے۔ کہاں میں کچھ دن پیشتر عشق زدوں کے مانند ادہر اُدہر آوارہ پھرتا تھا
کہاں اب میں نے اپنی گردن اُٹھائی اور سینہ ابھار کر مرد کے مانند کھڑا ہو گیا۔ اُس
وقت میری عمر اٹھارہ سال کی تھی مگر میں نے اس کا مطلق خیال نہ کیا۔ میں نے سوچا
کچھ روز بعد انشاء اللہ میں کچھ نہ کچھ ہو جاؤنگا۔

صاحب۔ اُسوقت کے جوش کا ثبوت میں کس طرح دوں۔ صرف اتنا ہی کہہ کر
ثبوت دینا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک شیرنی اور اُس کے بچہ کو تلوار سے اس طرح مارا
کہ گویا کا جر مولی کو کاٹ کر پھینکدی اور جسکے مقابلہ کی بڑے بڑے تجربہ کار سپاہی
اور بہادر بھی تاب نہیں لاسکے۔ اس کا حال ظاہر کرکے میں اپنی داستان کو طول دینا
نہیں چاہتا۔ مطلب یہ ہے کہ اُس بہادری سے میری تمام گاؤں میں شہرت ہو گئی۔
میرے والد بھی مجھے آگے سے زیادہ چاہنے لگے۔

دوسرے روز میں اپنے والد کے ساتھ اُس گاؤں سے روانہ ہوا۔ ہم لوگ گھوڑے پر سوار تھے۔ چلتے چلتے چوتھے دن صبح کو ہم شنوپور پہونچے۔ اور اسی گاؤں میں میں ٹھگوں کے گروہ میں شامل ہونے کو تھا۔ میرے دل میں بڑی بے صبری اس بات کی تھی کہ میرے ساتھ کیا کیا رسومات ہونگی۔ مجھے کچھ خوف بھی معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ مجھے اُن کے طور طریقہ سے بالکل ناواقفیت تھی۔ خیر ہم لوگ مودی کے مکان میں اُترے یہاں پر اور بھی کئی ٹھگ سردار ٹھہرے ہوئے تھے۔ کچھ دیر آرام کرنیکے بعد میرے والد نے کہا کہ میرے ساتھ اس مقام پر چلو جہاں اس بات کی صلاح ہوگی۔ کہ ہم لوگ کیا کریں۔ میں اُن ٹھگ سرداروں کے سامنے پیش کیا گیا جو مختلف گروہ کے جمعدار تھے۔ میرے والد کی خاطرداری اور عزت سے جو اُن لوگوں نے کی تھی مجھے معلوم ہوگیا کہ میرے والد اُن سب کے سردار ہیں۔ جو کچھ میری خاطر اُن لوگوں نے کی اُس سے میں بڑا خوش ہوا۔ میرے والد سے میرے شیر کے مارنے کا حال اُن لوگوں سے ظاہر کیا جس سے میری عزت اُن لوگوں کے دل میں بہت زیادہ پیدا ہوگئی۔ اور سب نے مجھے شاباش دی۔

چونکہ ابھی دسہرہ کے تہوار میں دو دن باقی تھے اسلئے میرے ٹھگ بنائے جانیکی رسم ملتوی رکھی گئی۔ کیونکہ ٹھگ لوگ دسہرہ کو زیادہ مبارک سمجھتے تھے کیونکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تمام فوج کے سپاہی اکثر اپنی چڑھائی دسہرہ کو ضرور کرتے ہیں وہی دستور ہم ٹھگوں میں بھی ہے۔ کیونکہ دسہرہ تک بارشیں بھی بند ہو جاتی ہیں۔ جس سے ہمارے سفر میں دقت نہیں ہوتی۔ اور برسات کے بعد کھلے اور صاف دن ہوتے ہیں اُن میں اکثر مسافر سفر دور و دراز کا کرتے ہیں اور ہم لوگوں کو اُن کے ساتھ ملنے میں سہولیت ہوتی ہے اور مال بھی زیادہ ہاتھ آتا ہے سوائے اسکے ہم لوگوں کی سرپرست بھوانی دیوی کا یہ پاک دن ہے۔

چونکہ میں مسلمان تھا اسلئے میری سمجھ میں یہ نہ آتا تھا کہ دسہرہ کا دن کیوں اتنی عزت کی جاتی ہے یا اُسے مانتے کیوں ہیں۔ اسلئے میں نے اپنا یہ شبہ رفع

کر سکے لئے اپنے والد سے عرض کی اُنھوں نے کہا۔ تمہیں اس بات کے پورے طور سے سمجھانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ میں تمہیں اپنے روزگار کی خدائی بنیاد کا تھوڑا سا حال سنا دوں جو ہندو لوگوں کے ایمان سے زیادہ متعلق ہے اُنہیں ہندو بھائیوں نے ہم مسلمانوں کو ٹھگی کا ہنر سکھایا ہے میں نے کہا در حقیقت یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے پیغمبروں اور ہندوؤں کے ایمان سے کیا تعلق ہے میرے والد نے کہا کہ میں اس عقدہ کو ٹھیک طرح حل نہیں کرسکتا۔ مگر چونکہ اُن لوگوں کا مذہب ہمارے مذہب سے نہایت پرانا ہے اور ٹھگ کی خدائی بنیاد سے ہے اُن میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جن پر سچے مذہب کا ہر ایک شخص بغیر نقصان کے عمل کرسکتا ہے کیونکہ وہ اُنکے کل طور طریقوں میں شامل نہیں ہوتا اور یہ بات غیر ممکن ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ہندو نہیں ہوسکتا مگر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ٹھگی وہ وسیلہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے مقصدوں کو کام میں لاتا ہے اور چونکہ یہ روزگار ہم لوگوں کا پشت در پشت سے چلا آتا ہے اور جو اُن کے خاندان میں ہوتا ہے اُسے اُس کا کرنا اور ماننا فرض ہے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس کام کو چھوڑ سکیں۔ اس لئے اس کام کو کرنے میں ہندوؤں کے ساتھ ملنا کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس کی بنیاد اُنہیں سے ہے۔ سمجھتے ہو نہ۔

میں نے کہا جی ہاں خوب سمجھ گیا۔ میرا سوال یہ نہیں تھا کہ تہوار کو ماننا چاہئے یا نہیں بلکہ یہ جاننے کے لئے تھا کہ مسلمان کیوں ہندوؤں کے تہوار کو مانتے ہیں میرے والد نے کہا کہ فقط دسہرہ ہی ایک ایسا تہوار ہے جو مانا جاتا ہے اور اُس کا سبب یہ ہے کہ سال بھر میں یہ ہی سب سے عمدہ دن ہم لوگوں کو اپنی چڑھائی کرنیکا ہے۔ اور اسے سب ہندو ٹھگ متبرک مانتے ہیں۔ مگر میں تمہیں ٹھگی کی بنیاد بتلاتا ہوں۔ تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے اور تم خود سمجھ سکو کہ یہ کتنی پرانی بات ہے اور اُس وقت "بھوانی" نے جو حکم دیا تھا اُسکو سب لوگ کس طرح مانتے آئے ہیں ہندو لوگ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کے شروع میں خدا سے دو طاقتیں نمود ہوئی۔ ایک پیدا کرنے والی اور

دوسری مارنے والی۔ ان دونوں میں بڑی سخت دشمنی تھی۔ اور اب تک ہے۔ پیدا کرنیوالی طاقت نے دنیا کو اس تیزی سے آباد کرنا شروع کیا کہ مارنے والی طاقت اُس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی۔ تب اُسے یہ حکم دیا گیا کہ تو اپنا مطلب پورا کرنیکے لئے خواہ کوئی وسیلہ پیدا کر۔ تب اُسکی عورت دیوی بھوانی یا کالی نے ایک مورتی بنائی اور اُس میں جان ڈالکر اُسے جلادیا۔ جب وہ جی اُٹھا تو اُس نے اپنے بہت سے بھگتوں کو جمع کیا اور جنکا نام اُس نے ٹھگ رکھا۔ بھوانی دیوی نے اُنہیں ٹھگی کا ہنر سکھایا۔ اور جو مورتی اُس نے بنایا تھا اُسے اُس نے اُن لوگوں کے سامنے ہی مار کر دکھلایا۔ جسطرح کہ ہم لوگ آجکل کرتے ہیں پھر بھوانی نے اپنے بھگتوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ عقل اور چالاکی دیکر دنیا میں بھیجدیا۔ اور اُنکے کام کے عوض میں یہ انعام رکھا کہ وہ جسے ماریں اُسکا مال اپنے ہی پاس رکھیں اور یہ بھی کہا۔ کہ جن کو مارو اُنکی لاشوں کا کچھہ فکر نہ کرو۔ اُسکا انتظام میں خود کرلونگی غرضیکہ بہت عرصہ اسی طرح گذر گیا۔ اور دیوی بھی اپنے بھگت ٹھگوں کی اچھی طرح حفاظت کرتی تھی۔ اور وہ لوگ بھی ہمیشہ ایماندار رہتے تھے۔ مگر جیوں جیوں زمانہ بگڑتا گیا۔ تیوں تیوں اُن لوگوں کے دل میں کئی برائیاں پیدا ہونے لگیں۔ ایک دن بڑی ہمت کرکے اُن لوگوں نے یہ دیکھنا چاہا کہ بھوانی کیونکر اُن لاشوں کو اٹھا کر لیجاتی ہے اس لئے وہ لوگ ایک مسافر کو مار کر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گئے۔ اور دیکھنے لگے کہ دیوی کیونکر آتی ہے اور کیا کرتی ہے اُنکا خیال تھا کہ اسجگہ ہم کوئی نہیں دیکھتا۔ مگر کس کی طاقت ہے کہ وہ بھوانی کی نظروں سے چھپ جائے۔ دیوی نے اُنہیں فوراً دیکھ لیا اور اپنے سامنے بلایا دیوی کی خوفناک شکل جو غصہ سے لال ہو رہی تھی دیکھ کر وہ ڈر گئے اور بھاگنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر دیوی نے اُنہیں پکڑ لیا۔ اور اُنکے کچے اعتقاد کی بابت اُن کو سخت ملامت کی۔

آخر کار دیوی نے کہا۔ تم نے مجھے دیکھ لیا اور میں وہ شکتی ہوں کہ کسی

انسان نے بغیر موت کے آج تک مجھے نہیں دیکھا۔ خیر اب کی مرتبہ تو میں تمہیں چھوڑتی ہوں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اب میں تمہاری حفاظت پہلے کی طرح نہیں کرونگی جیسی کے میں پہلے کرتی آئی ہوں۔ جن مسافروں کو تم مارو گے اُن کی لاشیں میں نہیں اٹھاونگی۔ اُنکی پوشیدگی کا کام سب تم لوگوں کو ہی کرنا پڑیگا۔ علاوہ ازیں تم لوگ ہمیشہ کامیاب نہ ہوگے کبھی کبھی دنیا کے لوگ تمہیں گرفتار کر لیا کرینگے۔ اور تم کو سخت سزائیں اٹھانی پڑینگی۔ مگر تمہاری عقلمندی اور چالاکی تمہارے ساتھ ہمیشہ رہیگی اور آئندہ تمہاری رہنمائی میں شگونوں کے ذریعہ سے کرونگی۔ اور میرا یہ شراپ دیدی، دنیا کے اخیر تک تمہارے ساتھ رہیگا۔

اتنا کہہ کر دیوی غائب ہوگئی اور انہیں انکی بیوقوفی کا نتیجہ پانے کے لیئے چھوڑ گئی۔ مگر اُس نے اپنی حفاظت آج تک ہم لوگوں پر سے نہیں ہٹائی۔ اور یہ سچ ہے کہ جو آدمی ہمارے ہاتھ سے مارے جاتے ہیں اُنکی لاشوں کا پتہ کبھی کبھی لگ جاتا ہے جس سے ٹھگ لوگوں کو سخت مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے سُنا ہے۔ مگر میں نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی بات نہیں دیکھی مگر مجھے یہ پختہ اعتقاد ہے کہ یہ وارداتیں فقط اسی لیئے ہوتی ہیں کہ جن لوگوں نے بھوانی کے شگنوں یا بلدان وغیرہ میں غفلت کی ہے یا کسی طرح سے اُسکو ناراض کیا ہے اسلیئے بھوانی سے اُنکو سزا دی ہے تاکہ دوسرے آدمی ہوشیار ہوجائیں۔

اب تم دیکھو کہ یہ کتنی ضروری بات ہے کہ جن شگونوں کی رسم اور رواج ہم لوگوں میں مدت سے ہوتی آئی ہے اُنکا ماننا ہم لوگوں پر کتنا ضروری ہے۔ کیونکہ اُس میں غفلت کرنے سے بھوانی کی ناراضگی فوراً ہم لوگوں پر ہوتی ہے پھر ہمارے مذہب میں بھی ایسی کوئی بات نہیں جو ہم کو اس کام سے منع کرے۔ ہم لوگ حضرت پیغمبر صاحب کے حکم کی پابندی کرتے اور دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں اور اپنے مذہب کے تمام اصولوں پر خیال رکھتے ہیں۔ ہرگز بت پرستی نہیں کرتے۔ یہ بات اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جب سے ہندوستان پر حملہ کیا ہم

لوگ یونہی کرتے آئے ہیں - اگر یہ بات ہمارے رسول اللہ کو ناگوار ہوتی - تو یقینک اُن کی ناراضگی کے آثار پائے جاتے - ہم لوگوں کی کارروائیاں فضول ہو جاتیں - کوشش بے فایدہ ہوتی - اور زندگی خراب وخستہ وگراں ہوتی اور ہمیشہ کبھی کا اس ٹھگی کے روزگار اور ہندوؤں سے تعلق چھوڑ دیا جاتا - میں نے کہا میں خوب سمجھ گیا - آپ کا بیان نہایت عجیب وغریب ہے آپ نے بہت صحیح فرمایا کہ ہم لوگ خداوند کریم کے خاص زیر سایہ ہیں - اس لئے ایسی رسومات کے بارے میں جو قدیم سے چلی آ رہی ہیں میرا شبہ کرنا بیجا ہے - بلکہ ایک قسم کا گناہ ہے - چونکہ مجھے میرے معلم اُس ملا نے تربیت دی تھی - کہ یہ ہندو لوگ محض غلط اور ناقص مذہب میں ڈوبے ہوئے ہیں اسلئے اُس وقت مجھے ہندوؤں سے سخت نفرت تھی لگر بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ اُن کا مذہب کس قدر پرانا ہے اور اُس ملا کی باتو جاہلی تھی - یا سراسر اُسکی بیوقوفی اور تعصب کا باعث تھا - خیر میرے والد نے کہا کہ اب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا کہ تمہارا میل اور برتاؤ ہندوؤں سے بہتر رہے گا - اور وہ ہندو بھی اونچی قوم کے ہوتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ مسلمانوں کی نسبت یہ لوگ زیادہ ایماندار اور دوستی کے قابل ہوتے ہیں - میرا تجربہ جہانتک ہے وہانتک ہندوؤں کو ایسا ہی پایا ہے -

تیسرے روز دسہرہ کو مجھے ٹھگ بنانے کی رسم شروع ہوئی - پہلے تو مجھے نہلایا گیا - اسکے بعد نئی پوشاک جو کہ بالکل سفید تھی مجھے پہنائی گئی اسکے بعد میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اُس کمرے میں لے گئے جہاں ایک سفید کپڑا بچھا تھا اور اُسکے ارد گرد وہی سب سردار جن کا ذکر میں پیشتر کر چکا ہوں - بیٹھے تھے - میرے والد نے اُن سب سے پوچھا کہ آپ لوگ اسے ٹھگ بنانے اور بطور برادر کے سمجھنے میں راضی ہیں یا نہیں -

جس کے جواب میں سب نے ہاں کہا - اور سب اُٹھ کر میرے والد کے

ساتھ ایک کھلے میدان میں آئے وہاں آکر میرے والد نے اپنے دونوں ہاتھ اور آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا کر بلند آواز سے کہا۔ کہ اے بھوانی جگت کی ماتا تو اپنے اس خادم کو قبول کر اور اسے اپنی حفاظت میں لے اور کوئی ایسا شگون ہمیں دے کہ جس سے تیری مرضی ہم لوگ سمجھیں۔

کچھ دیر تک ہم لوگ چپ چاپ کھڑے رہے آخر ہمارے سر کے اوپر ہی ایک درخت پر ایک چھوٹے سے الو کی آواز آئی۔

آواز سنتے ہی سب سردار لوگ "جے بھوانی"۔ "جے بھوانی" کرکے چلا اٹھے اور میرے والد نے مجھے یہ کہہ کر گلے سے لگا لیا کہ میرے فرزند اب تم خوش ہو شگون بہت اچھا ہوا ہے۔ ہم لوگوں کو ایسی امید ہرگز نہ تھی۔ تمہاری قبولیت بھوانی کے دربار میں پورے طور سے ہوئی اس کے بعد مجھے پھر اسی کمرے میں لے گئے اور ایک سفید رومال پر ایک کلہاڑا رکھ کر (جو کہ ہمارے روزگار کا خاص نشان تھا) میرے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ اور کہا کہ اسے اپنے سینہ تک اوپر اٹھاؤ اور ایک نہایت خوفناک قسم مجھے دی گئی۔ جسے میں نے اپنا بایاں ہاتھ اوپر اٹھا کر کھائی۔ اور اپنے تئیں بھوانی کا خادم بنایا۔ پھر وہی قسم قرآن شریف کو لیکر مجھے پھر کھانی پڑی۔ اسکے بعد پھر تھوڑا سا پاک گڑ مجھے کھانے کو دیا گیا۔ تب میرے ٹھگ بننے کی رسم ختم ہوئی۔ میرے والد کو سب نے اس خوش نصیبی کی مبارکباد دیں۔ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اے فرزند تو نے اپنے اوپر وہ روزگار لیا ہے جو سب سے پرانا اور خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے تم نے اب اس بات کی قسم کھائی ہے کہ تم ایماندار اور دلیر رہو گے اور اپنا راز کسی سے نہ کہو گے۔ اگر کوئی انسان خود بخود یا تمہاری عقلمندی سے تمہارے قبضہ میں آپڑے اسے بغیر مارے نہ رہنا۔ فقط ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیئے جن کو مارنا ہمارے مذہب سے منع ہے اور جو پاک گنے جاتے ہیں۔ اور وہ اس قوم کے لوگ ہیں جن پر ہمیں اختیار نہیں دیا گیا ہے اور جنکی قربانی

ہماری دیہی بھوانی کو پسند نہیں ہے مثلاً دہوبی - کھاٹ - سیکھ - نانک شاہی
مداری - فقیر - نچنیئے - گویئے - بھنگی چمار - تیلی - لوہار - بڑھئی - لولے اور کوڑہی
آدمی اُن کے سوائے تمام انسان تمہاری بربادی کے لیئے پھرتے پڑے ہیں
جنکا موقع پاکر نہیں چھوڑنا چاہیئے مگر شگون کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے - بس
جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا - اب تم ٹھگ ہوئے - اور جو کچھ اس روزگار کے
کے متعلق تمہیں سیکھنا باقی ہے وہ تمہارا گورو تمہیں موقع بہ موقع سکھلاتا جائیگا
میں نے کہا - بس کافی ہے میں جب تک آپ کا ساتھی ہوں میں خدا
سے اس بات کی دعا مانگتا ہوں کہ وہ جلد کوئی ایسا موقع دے کہ میں اپنی کار
گذاری اور محنت کا نمونہ آپکو پیش کردوں -

صاحب - اس طرح میں ٹھگ ہوا - اگر میرا باپ اُن سب کا سردار نہ ہوتا تو
مجھے یہ کام چھوٹے درجہ سے شروع کرنا پڑتا - خواہ بعد میں میں اپنی چالاکی
عقلمندی اور بہادری سے جلدی ترقی کرجاتا - مگر یہ دقتیں مجھے نہ اُٹھانی
پڑیں - گو کہ میں اپنی کمسنی کے باعث افسری کے لائق نہ تھا تاہم اپنے درجہ
میں دوسروں سے اونچا گنا جاتا تھا - اور میرے بارے میں لوگوں کا یہ خیال
تھا کہ اگر میرے والد چند سال بعد بہ سبب ضعیفی کے گوشہ نشینی اختیار کرلینگے
تو اُن کی جگہ افسری کا کام میرے سپرد کیا جائیگا -

جس مشورت کے لیئے سب ٹھگوں کے سردار جمع ہوئے تھے وہ یہ تھی کہ میرے
والد اور دوسرے افسروں کے ماتحت جن میں سے ایک حسین تھا - دکھن کے
راستہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ تھا - اور یہ صلاح تھی کہ ناگپور تک آہستہ آہستہ
بڑھنا - جہاں سے میرے والد حیدرآباد کو جاویں - اور وہاں سے دو گروہ
بن جائیں ایک تو اورنگ آباد کو جاوے اور وہاں سے خاندیش اور برہانپور
ہوتے ہوئے اندور جاکر شوپور کو لوٹ آوے اور دوسرا گروہ بھی اورنگ آباد
کو جائے مگر وہاں سے پونہ کا راستہ پکڑے بعد ازاں اگر ممکن ہو تو صورت تک

جاکر پھر واپس مکان کو لوٹ جاویں ۔ اگر راستہ میں دن زیادہ لگ جائیں ۔ تو برہان پور سے نربدا کی راستہ اختیار کرکے مکان کو لوٹ آوے ۔ تاکہ اگلی برسات سے پہلے ہم شیوپور میں جمع ہو جاویں ۔

اس رائے پر کسی طرح کی نااتفاقی نہ ہوئی ۔ بلکہ سب نے اسکو پسند کیا کیونکہ اول تو اسمعیل کے ماتحت کی چڑھائی ہمیشہ کامیاب ہوتی تھی دوسرے ادھر کئی سال سے دکھن کی چڑھائی نہیں ہوئی تھی ۔ بقیہ چھوٹے گروہوں کو یہ حکم دیا گیا کہ تم ہندوستان کے سب حصوں میں گھومتے ہوئے بنارس تک چلے جاؤ ۔ اور ساگر ہوتے ہوئے نربدا کے پاس پاس تمام شہروں میں اپنا کام کرو ۔ جہاں جیسا موقع پڑے وہاں ویسی کارروائی کرلو ۔ کیونکہ اُس کا انتظام پیشتر سے نہیں ہو سکتا ۔

اس طرح سب رائے قائم کرکے کچھ دن بعد ہم لوگوں نے سفر کیا ہم لوگوں کے ساتھ ۶۰ ساٹھ آدمی حسین کے ساتھ پنتالیس اور دوسرے جمعدار کے ساتھ جس کا نام غوث خان تھا تیس آدمی تھے کل ایک سو پینتیس آدمیوں کا ایک بڑا گروہ تھا ۔

سفر سے پیشتر شگونوں کا دیکھنا نہایت ضروری تھا ۔ اور چونکہ یہ رسم عجیب و غریب ہے اسلئے اسکا حال میں آپ کو سناتا ہوں ۔ کیونکہ کوئی بھی چڑھائی خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی بغیر شگون کے نہیں ہو سکتی تھی ۔

جس روز ہم روانہ ہونے کو تھے اُس دن صبح کے وقت جب تمام تیاری ہو چکی تھی ہمیں ایک جگہ پر جو سڑک کے کنارے پر مخصوص کی گئی تھی کھڑا کیا گیا ۔ یہ مقام گاؤں سے بہت قریب تھا ۔ اور اسوقت گروہ کے تمام آدمی وہاں موجود تھے ۔ بدری ناتھ نامی ایک شخص جو نہایت عقلمند اور عزت دار تھا ۔ اور ان رسومات سے نہایت واقف تھا ہاتھ میں کلہاڑا لیکر جس کی پوجا پیشتر ہو چکی تھی آگے چلا ۔ اور میرے والد اور تینوں جمعدار اُسکے پیچھے چلے چونکہ میرے والد ۔

تمام گروہ کے افسر تھے۔ اسلئے وہ پانی سے بھرے لوٹے کو جو اسی سے دائیں طرف کو لٹکنا تھا منہ میں دبا کر چلتے تھے اگر وہ لوٹا گر پڑتا تو افسوس ہے اُنکے لیئے بڑا بدشگون ہوتا۔ اُس سال یا اُس کے دوسرے سال اُنہیں ملک الموت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ اُس مقام پر پہونچے جو پیشتر مقرر ہو چکا تھا۔ وہاں پہونچکر میرے والد کھڑے ہو گئے اور مشرق کی طرف منہ کر کے اپنا بایاں ہاتھ اپنے سینہ پر رکھا۔ اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر بلند آواز سے کھوانی کی دُعا مانگی کہ اے جگت کی ماتا اور ہم لوگوں کی رکھشا کرنیوالی دیوی اگر تجھے یہ چڑھائی پسند ہے تو ہمیں اپنی مدد دے۔ اور دل کا کرئی۔ اچھا شگون ہم کو دکھا۔ اتنا کہکر وہ چپ ہو گئے اور سب نے اس دُعا کو زور سے چلا کر کہا۔ اتنا کہکر سب خاموش ہو گئے۔ تقریباً اوہا گھنٹہ گذرنے پر بھی کوئی بات ظاہر نہ ہوئی جس سے ہم لوگوں کے دل میں بڑی بے صبری پیدا ہوئی۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

آخر کار ”پل ہاؤ“ یعنے بائیں طرف کا شگون ہوا۔ کسی گدہے کے رینگنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی دائیں ہاتھ کا شگون یعنی ”تھپاؤ“ بھی ہوا۔ اب اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا تھا۔ برسوں سے ایسا شگون سننے میں نہ آیا تھا۔ جس میں بھاری کامیابی اور گہرے مال کی اُمید پائی گئی ہو۔ سب کے سب بڑے زور سے چلا کر کھوانی کی جے منانے لگے۔ اور ہر ایک دوسرے سے ملکر شگنوں کی عمدگی اور سفر کی اُمید پر مبارکباد دینے لگے۔ میرے والد اسجگہ برابر سات گھنٹہ تک بیٹھے رہے اس عرصہ میں سفر کی سب تیاری ہو رہی تھی۔ اس کے بعد وہ اُٹھے اور ہم نے گنیش پور کا راستہ لیا منزل پر پہونچنے میں ہمیں شام ہو گئی۔ اور ہم لوگوں نے وہاں ڈیرا کر دیا۔ بدری ناتھ نشان اور کلہاڑے کو جو خوشی کہلاتا تھا۔ لے کر

آگے آگے چلاتا تھا۔ وہاں پہونچتے ہی "تھیاؤ" اور "پلہاؤ" دونوں شگون ہوئے
جس سے سرداروں اور دوسرے لوگوں کو اس دوبارہ شگون ہونے پر بڑی خوشی
ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو ہم پھر روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ایک چھوٹی سی ندی
کے کنارے پہونچے۔ وہاں گروہ کے تمام لوگ بیٹھ گئے۔ اور گوڑ اور دال جو ہم
لوگ ساتھ لائے تھے سب نے حصہ لگا کر کھایا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھے۔ اور
اچھے شگون ہوئے جس سے ہم کو بڑی خوشی ہوئی کہ اس سفر سے ہم لوگوں کو
بہت فائدہ ہوگا۔

مجھے یہ باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی تھیں۔ اور میں اُن کا مطلب کچھ بھی
نہ سمجھتا تھا۔ مگر ان شگونوں کا اعتقاد سب لوگوں کے دل پر جما ہوا تھا۔ اور
مجھے بھی موقعہ موقعہ پر یہ شگون وغیرہ دیکھ کر اعتقاد ہوگیا تھا۔ گو کہ میں اُن سب
باتوں کو بیوقوفی سمجھتا تھا۔ اور حقارت کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ مگر ایک دفعہ
مجھے اس پر اعتقاد نہ کرنے سے بڑی مصیبتیں اُٹھانی پڑی تھیں۔ چند روز میں ہم
گنیش پور پہونچے مگر اب تک کوئی شکار ہاتھ نہ لگا تھا۔ شہر میں پہونچے پر ہم نے
سوؤوں کو شہر میں بھیجا اور آپ ایک سرائی کے باہر ڈیرا لگا دیا۔ ان سوؤوں کا
یہ کام مسافروں کو ورغلانا یعنی چکنی چپڑی باتیں بنا کر اُنکو ٹھگوں کے حوالے کر دینا
اس کام کے عوض اُن کو باقاعدہ صلہ دیا جاتا تھا۔

تمام دن وہ لوگ شہر میں رہ کر رات کو لوٹ کر ہم لوگوں کے پاس آئے۔ ہم
لوگوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ کہ کیا خبر ہے؟ جو لوگ اس کام کے لئے گئے
تھے وہ دونوں ہندو تھے اُن میں ایک تو بدری ناتھ تھا۔ جس کا ذکر میں پیشتر کر چکا ہوں
جو کہ ذات کا برہمن تھا۔ دوسرا شخص کسی چھوٹی قوم کا تھا اور اُس کا نام گوپال تھا۔
مگر یہ دونوں شخص اپنے کام میں بڑے ہوشیار اور چالاک تھے۔ میں نے سنا تھا۔ کہ
دونوں کبھی اپنے کام سے نہ چوکتے تھے مجھے شہر کی خبر سننے کا بڑا شوق پیدا ہو رہا تھا
اس لئے جب میرے والد اُن سے سب حال سننے کے لئے بیٹھے تو میں بھی سب

حال سننے لگا۔

بدری ناتھ نے کہا کہ میں تمام بازار میں گھومتا رہا۔ مگر کہیں کوئی شکار نہ دکھائی دیا۔ یکا یک میرا خیال ایک دوکان پر پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شریف آدمی ایک دوکاندار سے جھگڑ رہا ہے۔ میں اُس کے پاس گیا۔ اتنے میں اُس آدمی نے اُس دوکاندار بنئے کو پکڑ لیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ گواہ رہیں اس نے مجھے دھوکا دینا چاہا تھا۔ مگر اب میں اس کو سزا دلانے کے لئے کوتوال کے پاس لیجاؤنگا۔

وہ بنیا بڑا شوخ تھا۔ اُسے سینکڑوں گالیاں دینے لگا۔ خیر بمشکل تمام تمام کسی نہ کسی طرح میں نے اُسے دھمکا کر چپ کیا اور جھگڑا طے کرایا۔ وہ شریف آدمی مجھ سے بڑا خوش ہوا۔ اور جب ہم لوگ بنئے کی دوکان سے روانہ ہوئے۔ تو مجھ سے پوچھنے لگا۔ آپ کون ہیں اور کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ موقع نہایت عمدہ ہے کہ اُسے اس بات کا خوف دلایا جائے۔ کہ یہ مقام مسافروں کو ایک رات بھی ٹھہرنے کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ اور اُسکی گفتگو سے میں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ شخص راجہ ناگپور کے یہاں فارسی لکھنے والا دیوان ہے اور بیٹے کو ساتھ لے کر وہیں جا رہا ہے۔

جہانتک ہو سکا میں نے اُسے راستہ کے چور اور ٹھگوں کا احوال سنا کر نہایت خوف دلایا اور اپنے تئیں یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بھی دکھن کے جانیوالے مسافر ہیں ناگپور ہوتے ہوئے جائینگے۔ راستہ میں ایک دوسرے کی حفاظت کے لئے اکٹھے ہو کر سفر کر رہے ہیں۔ چونکہ ہم لوگوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کسی بات کا خطرہ نہیں ہے اور ہم ہمیشہ گاؤں کے باہر ڈیرا کیا کرتے ہیں۔

میرے اس کہنے کا اُس کے دل پہ ایسا اثر ہوا کہ اُس نے ہم لوگوں کے ساتھ چلنا منظور کر لیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ موقع چوکنے کا نہیں ہے اس لئے اور بھی زیادہ زور اس بات پر دیا۔ کہ آپ فوراً شہر چھوڑ کر ہم لوگوں میں آملیں۔ اُس نے اس بات کو منظور کر لیا۔ میں گوپال کو وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ تاکہ اُس کا اسباب

باندھتے ہیں اُسے مدد دے۔ اور اپنے ساتھ یہاں لوا لاوے۔ اُمید ہے۔ کہ وہ سورج چھپنے کے پیشتر ہی یہاں پہونچ جائینگے۔

صاحب۔ میرے والد نے کہا کہ برکت اللہ کی۔ بدری ناتھ آج تو تمہارا چہرہ بڑا روشن ہے پھر ہم لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس بڈھے کے پاس بے شمار جواہرات اور روپیہ ہوگا۔ اور اُسکے مال کی لوٹ سے ہم ناگپور تک بڑی آسائیش کے ساتھ پہونچ جائینگے۔ اگر وہ آج ہم سے آکر نہ ملا تو کل دوسری منزل میں ہمیں خود اُس سے ملجائینگے۔ اگر وہ نہ آیا تو ساتھیوں میں سے چند لوگ آگے بڑھ کر بیل یعنی قبر کھود کر تیار رکھیں۔ مگر یہ تکلیفیں ہم لوگوں کو نہ اٹھانی پڑیں۔ کیونکہ قبل از غروب آفتاب وہ شخص معہ اپنے لڑکے کے آپہونچا اور میرے والد سے ملاقات کی۔ اُسکی معززانہ شکل دیکھ کر مجھ پر ایک عجیب اثر پیدا ہوا۔ وہ نہایت خوش اخلاق اور درباری شخص معلوم دیتا تھا۔ پہلے تو اُس کے لئے ایک زنانہ خیمہ کھڑا کر کے اُسکے چاروں طرف پہرہ مقرر کیا۔ بعد ازاں اُس نے اپنے سونے کے لئے اپنی گاڑی میں ہی بستر لگایا۔ سب کاموں سے فراغت پاکر یہاں میرے والد اور چند سردار لوگ بیٹھے ہوئے شطرنج کھیل رہے تھے آیا اور ادھر اُدھر کی گپیں اڑنے لگیں۔

صاحب۔ جو لوگ اُس کو گھیر کر بیٹھے ہوئے تھے اُن کے دل کا حال کون بیان کرسکتا ہے میں سمجھ گیا تھا۔ کہ آج رات کو اُس کی موت آئیگی۔ کیونکہ جب وہ گاڑی میں بستر لگا رہا تھا۔ تو ہم لوگوں میں فیصلہ ہوچکا تھا۔ اور اُسکی قبر کے لئے جگہ بھی تجویز ہوگئی تھی۔ اور وہ قبر جس میں وہ مع اپنے ہمراہیوں کے دفن ہونیوالا تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ جاکر کھدتے دیکھ آیا تھا۔ میرے والد حسین اور غوث خاں تینوں اُسکے پاس بیٹھے ہوئے قصہ کہانیاں بیان کررہے تھے اور وہ بھی اپنے نئے ساتھیوں سے بہت ہی خندہ پیشانی سے گفتگو کررہا تھا۔ اُس نے بدری ناتھ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ میں آپ کا بڑا ہی مشکور ہوں آپ نے مجھے اُس

منحوس گاؤں سے لے آئے۔ درحقیقت یہاں ایسے جہاندیدہ شریفوں کی صحبت
میں لطف آتا ہے۔ گاڑی میں مجھے تمام رات چوروں کا ڈر لگا رہتا اور ایک پل
کے لئے بھی نیند نہ آئی۔ یہاں پر مجھے کسی قسم کا فکر نہیں۔ کیونکہ خانصاحب
(میرے والد کی طرف اشارہ کرکے) نے مجھے اچھی طرح تسکین دی ہے کہ میری حفاظت
بخوبی طور کرینگے۔

صاحب۔ میرے پیچھے ایک پرانا ٹھگ بیٹھا تھا وہ دھیمی آواز میں دانت پیسکر
بولا کہ ہاں ٹھیک ہے یہاں اُس کی خوب حفاظت ہوگی میں ہی اس کا محافظ ہونگا۔
میں نے پوچھا کہ کیونکر۔ اُس نے مجھے اشارہ کیا کہ اُسکے لئے بھتوٹ۔ اپنی پھانسی
لگانے والے مقرر ہوچکے ہیں۔ جن میں سے ایک وہ تھا۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا
کہ میری اس کے ساتھ بہت پرانی عداوت ہے! اور اب موقع آگیا ہے کہ میں
اُس کی کسر نکالوں۔ میں نے کہا کہ وہ کیا عداوت ہے۔

اُس نے کہا کہ ابھی نہیں۔ کل جب ہم لوگ جمع ہونگے تب میں اس کا حال ظاہر
کرونگا۔ اس کا نام برج لال ہے۔ اور یہ ایسا پاجی ہے کہ اس نے اتنے ظلم اور
خون کئے ہیں کہ ہم لوگوں میں سب سے بھاری چالاک ٹھگ نے بھی کبھی اتنے ظلم نہیں
کئے ہونگے۔ مگر اب اس کی زندگی کا جام لبریز ہوچکا ہے اس کا دم ہونٹوں پر
آگیا ہے۔ فقط میرے ہاتھ کے ایک جھٹکے کی دیر ہے۔ کہ اس کا دم واپس نہ
آسکیگا۔

میں نے کہا کہ اسکے ساتھ جو اس کا خوبصورت لڑکا ہے وہ تو ضرور بچ جائیگا نا
اُس نے کہا کہ نہیں نہیں۔ کیا اُس کو اسلئے چھوڑ دیں کہ وہ اگلے مقام پر پہونچتے ہی
ہم لوگوں کو گرفتار کرادے۔ ہرگز اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اتنا کہہ کر وہ پرانا ٹھگ اُٹھ کر اُس شخص کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ اُس
اُس شخص نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ گویا اُس کے آرام میں خلل پڑا ہو۔
میرے والد نے اُس سے کہا کہ آپ آرام سے بیٹھے یہ بھی ہمارا ساتھی ہی ہے

اور ایسے کھلے میدان میں اس مجلس کی ہر ایک بات سننے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے اور اکثر ہم کو اس قسم کے مسافر مل جایا کرتے ہیں کہ وہ اُس وقت تک جب تک کہ سونیکا وقت نہ ہو مجلس کو اپنی دلچسپ قصہ کہانی سے گلزار بنا دیتے ہیں۔

صاحب میں نے بڑے جوش کیا بلکہ دلی صدمہ کے ساتھ دیکھا کہ سامنے وہ معزز شخص بیٹھا تھا۔ اور اُس کے بغل میں اُس کا خوبصورت اور نوجوان لڑکا بیٹھا ہے اور اُس معزز کے پیچھے وہی پرانا ٹھگ اپنے اُس مہلک ہتھیار یعنی رومال کو اس ہاتھ سے اُس ہاتھ میں بار بار پھیر رہا ہے۔ اسی طرح اُس کے لڑکے کے پیچھے بھی ایک ٹھگ بیٹھا ہوا حکم کے منتظر ہیں۔ وہ بیچارا اس خطرہ سے اس قدر ناواقف تھا۔ کہ میرے والد کی خوش اخلاقی اور شیریں کلامی کے باعث اس قدر بے فکری سے باتوں میں مشغول تھا۔ کہ اُس کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ اسوقت موت کے منہ میں گیا ہوا ہے اور اُسکی یہ عالت دیکھ کر میرا دل بڑا گھبرا یا۔ یہاں تک میں نے ارادہ کیا کہ اُس شخص کو آگاہ کر کے بھاگنے کے لئے کہدوں۔ مگر مجھے خوف تھا کہ ایسا کرنے سے میری بھی جان نہیں بچ سکتی۔ یہ سونچ کر میں نے اپنا منہ ادہر سے دوسری طرف کر لیا۔ مگر پھر ادہر ہی دیکھنے لگا۔ آخر کار میں اپنے دل کو ضبط نہ کر سکا اور اُٹھ کر ایک طرف کو چلدیا۔ کہ ناگاہ میرے والد میرے پیچھے اُٹھ کر آئے اور بولے۔

میرے والد۔ کہاں جاتے ہو۔ تمہیں یہیں ٹھہرنا ہو گا۔ یہ پہلا معاملہ ہے اسے اچھی طرح دیکھو اور سمجھو۔ آئندہ تمہیں بھی ایسا ہی کرنا ہو گا۔

میں۔ جی میں ابھی آتا ہوں صرف دو چار قدم جاؤنگا۔ اسوقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

والد۔ کم ہمت بزدل۔ جاؤ۔ مگر زیادہ دیر نہ لگانا۔ کیونکہ یہ معاملہ جلد ہی طے ہونے والا ہے۔

صاحب۔ دو ایک دفعہ ادہر اُدہر ٹہلنے سے میری طبیعت درست ہو گئی اور میں

لوٹ کر پھر اپنی اُسی جگہ پر عین اُس شخص کے اور اُس کے لڑکے کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور بڑی دیر تک اُن کو دیکھتا رہا۔ وہ ضعیف شخص اُس وقت اُس صلحنامہ کا ذکر کر رہا تھا جو راجہ ناگپور اور انگریزوں کے درمیان ہونے والا تھا۔ اُس نے اتنا لفظ کہا تھا کہ یہ کام راجہ ناگپور نے اپنے بھائیوں کے خلاف یہ کام کیا ہے۔ کہ میرے والد نے کہا "تمباکو لاؤ"۔ بس یہی اشارہ تھا۔ اور خیال کو بھی اتنی طاقت نہیں۔ کہ اُس تیزی کو بیان کر سکے جس طرح پھرتی کے ساتھ اُس ٹھگ نے اُس شخص کے گلے میں رومال ڈالکر زمین پر لیٹا دیا۔ اور ساتھ ہی دوسرے نے اُس کے لڑکے کو بھی اُسی طرح ملک عدم پہونچا دیا۔ جب وہ بالکل ٹھنڈے ہو گئے تھے تو اُنھوں نے اپنے رومال اُن کی گردن سے نکال لئے اور دوسرے ٹھگ جو لاش اٹھانے والے تھے۔ لاشوں کو لیکر قبر پر چل دیئے۔

میرے والد نے کہا کہ آپ اسکے بقیہ ہمراہیوں کو بھی ٹھکانہ لگانا چاہئے غرضیکہ وہ بھی اسی طرح بلا کسی قسم کا شور و غل ہونے کے مارے گئے۔

پھر میرے والد اور حسین نے مجھے کہا کہ چلو اور دیکھو کہ کس طرح یہ لوگ دفن کیے جاتے ہیں۔ میں اُنکے ہمراہ چل دیا۔ اور قبر کے پاس جا کر میں نے دیکھا۔ کہ ایک قبر میں آٹھ لاشیں برابر برابر پڑی ہیں یہ تمام لاشیں ننگی تھیں۔ جنکے دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ اُن میں ایک اُس ضعیف شخص کی اور ایک اُس کا لڑکا اور دونوں کی بیویاں۔ ایک بیل والا دو نوکر اور ایک بڑھیا خدمتگارنی تھی۔ میرے والد نے کہا کہ سب آ گئے۔

جی خداوند۔ ایک بوڑھے نے کہا۔

والد۔ اچھا جلدی دفن کرو۔

اتنا سنکر اُن لوگوں نے اُن لاشوں کو اسطرح قبر میں لٹایا کہ ایک کا سر دوسرے کے پیروں کی طرف کر دیا تاکہ وہ تھوڑی جگہ میں آ جائیں۔ پھر انھوں نے چھرے سے اول سب کے پیٹ چاک کر دیئے تاکہ لاشیں

پھول نہ سکیں اسکے بعد قبر پر مٹی دیکر جگہ بالکل ہموار کردی۔ دیکھنے والا شبہ بھی نہیں کرسکتا کہ اس جگہ آٹھ لاشیں دفن ہیں۔ اس کام سے فارغ ہوکر ہم لوگ، وہاں سے لوٹ آئے اور سب کے سب آرام کرنے اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔

صاحب میں کس طرح بیاں کروں کہ وہ شب میں نے گذاری۔ ہر وقت وہ دونوں باپ بیٹے میری آنکھوں کے سامنے بیٹھے دکھائی دیتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں بھوت میرے سینہ پر سوار ہیں۔ جب دل بہت گھبرایا تو میں اپنے خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اُس وقت آسمان پر بادل کے ٹکڑے پھر رہے تھے چاند بھی نکل رہا تھا۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر چاند کی طرف دیکھنے لگا ہوا سرد تھی۔ میری طبیعت کچھ ٹھکانہ ہوئی۔ یکایک چاند نے بادلوں میں منہ چھپا لیا اور ننھی ننھی بوندیں پڑنے لگیں گویا ہمارے ساتھیوں کی سنگدلی اور اُن بیچارے مسافروں کی حالت دیکھ کر چاند بھی نہ ٹھہر سکا اور بادلوں میں منہ چھپا کر آنکھوں سے انسک بہانے لگا۔ جب بوندیں بڑی بڑی ہوگئیں تو میں بھی وہاں سے اُٹھکر اپنے خیمہ میں چلا آیا۔ اندر خیمہ کے میرے والد بیند سے بے خبر پڑے ہوئے تھے میں بھی اُن کے پاس آکر لیٹ گیا۔ آخر نیند آگئی اور میں اس وقت تک کہ جب تک کہ صبح نماز کے وقت وضوع کرنے کیلئے میرے والد نے مجھے جگایا، سوتا رہا۔

آخر میں نے بیدار ہوکر وضوع کیا اور اپنے والد کے ساتھ نماز پڑھی۔ مگر اس وقت بھی مجھے رہ رہ کر رات کے واقعہ کی یاد آتی تھی۔

نماز سے فارغ ہوکر میرے والد نے گھوڑے تیار کرنے کو کہا۔ گھوڑے تیار ہوگئے۔ ہم لوگ اُن پہ سوار ہوکر روانہ ہوئے۔

آج کی منزل سخت تھی کیونکہ ہمارے ساتھیوں کا ارادہ تھا کہ جتنا دور ہوسکے گنیش پور سے آگے بڑھ جائیں تاکہ کسی طرح کا شک شبہ نہ رہے۔

قصہ کوتاہ ہم لوگ ٹھیک وقت پر منزل مقصود پر پہونچے۔ اور ایک آدمی بھر کا گوڑ خرید نے بھیجا گیا۔ میں نے اپنے والد سے سو روپیہ کے گوڑ کا مطلب پوچھا۔

میرے والد نے جواب دیا کہ یہ ٹپونی کی قربانی کہلاتی ہے۔ جو کہ ایسے واقعہ کے بعد جیسا کہ تم نے رات کو دیکھا ہے ادا کرتے ہیں۔

صاحب ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ شخص گوڑ لے کر آ گیا۔ اور ایک مخصوص جگہ پر بدری ناتھ کو جو خوشی کا جھنڈا لے کر چلتا تھا ایک کمبل پر مغرب کی طرف منہ کر کے بیٹھایا گیا اُسکے اردگرد مشہور چھوٹے اُسی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ اسکے بعد میرے والد نے کمبل کے پاس ذرا سا سوراخ کر کے اُس کے اوپر کلہاڑا گوڑ کا ڈھیر اور ایک روپیہ بطور نذرانہ کے رکھدیا۔ تھوڑا سا گوڑ لیکر اُس سوراخ میں ڈالا۔ اور ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے دُعا مانگی۔ کہ "اے پرتاپ وتی اور بلونی دیوی ہم تیری پرارتھنا کرتے ہیں کہ تو ہماری بھی ایسی ہی مدد کر جیسی کہ خاص کر جوڑا ناتک اور کھڑک بنواری کو ضرورت پڑنے پر ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ دیتی ہے۔ ہماری بھی اُمید پوری کر۔

سب لوگوں نے اس دعا کو سنا۔ میرے والد نے ہاتھ میں پانی لے کر اُس کلہاڑے اور سوراخ پر چھڑکا اور گوڑ اٹھا کر ایک ایک ٹکڑا سب کو دیا۔ تمام ٹھگ اُس کو چپ چاپ کھانے گئے گوڑ کھا کر سب پانی پیا۔ صرف مجھے اُس گوڑ میں حصہ نہ دیا گیا۔ کیونکہ میں نے ابھی اپنے ہاتھ سے کوئی آدمی نہیں مارا تھا۔ اس لئے میں اس گوڑ کی رسم میں شریک ہونے کے ناقابل تھا۔ مگر پھر بھی میرے والد نے اپنے حصہ میں سے تھوڑا سا گوڑ مجھکو دیا۔ جب میں کھا چکا تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ تم نے گوڑ کھایا ہے اب دل سے ٹھگ ہو چکے ہو۔ اس مقدس گوڑ کی یہ تاثیر ہے کہ جب... تم دیکھ چکے ہو۔ اگر تم ہم لوگوں کا ساتھ چھوڑنے کی خواہش کرو تو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے اس گوڑ کے کھانے سے خواہ کوئی بھی ہو وہ

ضرور ٹھگ بن جاتا ہے۔

میں نے کہا یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کیا درحقیقت ایسی باتیں دیکھی گئی ہیں

میرے والد نے کہا کہ ایک نہیں سینکڑوں تمثیلیں بیان کر سکتا ہوں۔ مگر اب وقت نہیں ہے لیکن حسین سے یا خواہ جس سے دریافت کر لو وہ یہی جواب دیگا۔

شام کو جب ہم لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو میرے والد نے میرے کچے دل ہونے کی سخت شکایت کی اُنہوں نے کہا۔ فرزند اُس دن تم نے کس بہادری سے شیر کا مقابلہ کیا تھا اور اُس کو مارا تھا اب کیا بات ہے جو اس لڑکوں کے کھیل سے ڈرتے ہو۔ تمہیں تو مردین کے کام کرنا چاہیئے۔ اور یہ یاد رکھو کہ تم نے گوڑ کھایا ہے

حسین نے میرے والد سے کہا کہ میر صاحب آپ صاحب زادے کو ایسی باتیں نہ کہئے۔ یاد کیجئے شروع میں آپ بھی امیر علی سے زیادہ لائق نہ تھے کیا آپ کو وہ مقام یاد نہیں کہ میں نے کس مشکل سے کنبیشا کو اعتقاد دلایا تھا کہ آپ نے در حقیقت عمدہ چیز پائی ہے۔ دو چار معاملہ صاحبزادے کی نظر سے گذر جانے دیجئے۔ پھر دیکھئے کہ یہ کس طرح اپنے کام میں شیر ہو جاتا ہے۔

پھر میری طرف متوجہ ہوا۔ اور میری پیٹھ ٹھوک کر کہا بیٹا کچھ پرواہ نہیں۔ بڑے بڑے بہادروں نے بھی یہ کام اول اول بہت بڑے درجہ سے شروع کیا یہاں تک کہ اب تک قبر کھودنے کے کام میں ہی لگے ہوئے ہیں مگر تم کچھ ہی دنوں میں اپنے والد سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔

پھر میرے والد سے کہا میر صاحب آپ اس کو دو چار معاملہ دیکھ لینے دیجئے پھر آپ خود اس کو آزمالیں کہ میرا کہنا درست ہے یا غلط۔

بہتر ہے میرے والد نے کہا میرے فرزند میرا منشا تمہیں ملامت کرنے کا نہیں

مجھے اسبات کا خوف تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بزدلی تمہارے دل میں گھر جائے اپنے ہمسایوں پر خواہ جتنی مہربانی رکھو۔ اہل فرقہ سے چاہے جتنی محبت کرو غریبوں پر رحم کرو۔ اور محتاجوں کو خیرات دو مگر اُن لوگوں کی بے رحمی سے

بربادی کرنے کی تم قسم کھا چکے ہو کہ جو لوگ تمہارے راستہ میں آئیں۔

میں نے کہا کہ آپ کی نصیحت میرے سینہ میں نقش ہو گئی ہے اب امید کرتا ہوں کہ آپ کو آئندہ یہ کہنے کا موقع نہ ملیگا کہ میں نے اپنے کام میں غفلت کی ہے۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں میں رومال لینے کو تیار ہوں۔

میرے والد یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ کوئی شخص نہ کہے کہ امیر علی کام پڑنے پر پیچھے ہٹ گیا۔ میں اپنے والد سے بھی بڑھ کر کوشش کرونگا۔ اور دنیا کو ظاہر کر دونگا کہ میں اُسکے لئے اور اُس کی برائیوں کے لئے بنا ہوں۔ کوئی شخص میرے ہاتھ سے نہ بچیگا۔ اور دنیا والے یہی کہینگے کہ امیر امیر علی نے اپنے ماتحتوں سے وہ کام لئے جو اُن کاموں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہونگے۔

تھا جیسا اُس دن سے میں نے قافلہ کے گورو کے ماتحت تربیت پانا شروع کیا۔ میرا گورو نہایت پورانا ٹھگ تھا۔ جو بہ سبب ضعیفی کے کمزور ہو گیا تھا لگ تمام قافلہ والوں کا بیان تھا کہ آج تک ایسا بھٹوٹ (یعنی پھانسی لگانیوالا) ٹھگ دیکھنے میں نہیں آیا۔ وہ قوم سے ہندو راجپوت تھا۔ گو کہ اُس کا جسم دُبلا تھا۔ مگر کندھوں کی چوڑائی اور قد کی اونچائی اور رگوں کی تیزی دیکھ کر یہ آسانی سمجھ میں آتا تھا کہ کسی وقت میں یہ شخص نہایت مضبوط اور طاقتور ہو گا ماسوائے اس کے اگر اس کی رومال دگانے کی چالاکی اور پھرتی کا لحاظ کیا جائے تو جو باتیں اُس کے بارے میں ہم لوگ سنتے تھے ہرگز غیر ممکن نہ ہونگی۔ اب تک میری اُس سوائے معمولی صاحب سلامت کے زیادہ ربط ضبط نہ تھا۔ اس لئے میں نے اپنے والد سے کہا آپ خود اُسکے پاس چل کر مجھے اُس کے سپرد کر دیں۔ اور تاکید کر دیں کہ وہ مجھے بھٹوٹی کے کام سے بخوبی آگاہ کرے۔

میرے والد نے خوشی ہو کر مجھے اُس بوڑھے اُستاد (جس کا نام روپ سنگھ تھا) اور شیخ دونوں کے سپرد کر دیا۔ روپ سنگھ جیتا کے گروہ میں تھا۔

والد نے مجھ سے کہا۔ کہ میں کچھ عرصہ تک تمہیں نہ دیکھونگا۔ تم انہیں لوگوں کے ساتھ رہو۔ تم اُس وقت میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں جو کام اُس وقت تمہارے ہاتھ ہو اُس میں شریک ہونے کے لئے تیار پاؤں۔

میں نے کہا بہت بہتر ہے۔ دوسرے دن سے میں نہایت مستعدی سے کام سیکھنا شروع کر دیا۔ روپ سنگھ کچھ منتر وغیرہ پڑھکر مجھ پر پھونکا کرتا تھا۔ چار دن تک مجھے صرف دودھ کے اور کچھ کھانے کو نہ دیا۔ کلہاڑے کے سامنے نہ معلوم کتنی قربانیاں کی گئیں۔ ہر ایک شگون پر خیال کیا جاتا تھا۔ اور جب میں شام کسی درخت کے نیچے بیٹھتا تو درخت پر بیٹھے ہوئے پرندوں سے کوئی نہ کوئی نتیجہ نکالا جاتا۔ میں نے کئی دفعہ اس بات کی جستجو کی کہ معلوم کروں یہ شگون وغیرہ کیا بات ہے مگر میرا اُستاد مجھے کچھ نہ بتلاتا تھا۔

میرے کئی دفعہ دریافت کرنے پر اُس نے کہا۔ میرے فرزند جب میں تمہاری عمر کا تھا تو یہ سب رسومات میرے ساتھ اس لئے کیجاتی تھیں کہ میرا دل سخت ہو جاوے اور میں بے خطر ہو جاؤں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ میں اپنے دشمنوں پر قائم۔ اور ایسا چست چالاک ہوا کہ میرے ہاتھ سے کوئی شخص جو آکر پھنسا نہیں نکل سکا اور ہمیشہ کامیاب رہا ہوں۔ دو شخص اور جن پر میں نے یہ منتر پھونکے ہیں وہ بھی بہت ترقی کر رہے ہیں۔ اور جلدی جمعداری کے عہدہ پہ ممتاز ہونیوالے ہیں۔ تمہاری بھی اسی طرح جلدی ترقی ہوگی اسلئے تم اس کے متعلق کچھ دریافت نہ کرو۔ میں نے آج تک کوئی بدشگونی تمہارے بارے میں نہیں دیکھی۔

صاحب۔ پانچویں روز صبح کو میرے ہاتھ میں رومال دیا گیا۔ اول تو میں چمیلی کے پھلیل سے نہلایا گیا۔ اسکے بعد میری پیشانی پر انگور کا ٹیکہ لگایا گیا اور پھر میں دیوی کا بھگت ٹھگ مشہور ہوا۔

اُس بڈھے ٹھگ روپ سنگھ نے میرے ہاتھ میں رومال دیتے وقت ہنسکر کہا۔ ہاں ایک بات تو میں بھول ہی گیا۔ جو کہ اصل چیز ہے یعنی تمہیں اُس کا استعمال کرنا نہیں

تبلایا تھا۔ یہ میری تھوڑی سی خاص حکمت ہے۔ جو میں تمہیں آسانی سے سمجھا دونگا۔ اور تم بھی جلد اُسے سیکھ لو گے اتنا کہہ کر رومال اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اُس کے ایک کونے پر چاندی کا ٹکڑا رکھ کر گانٹھ لگا دی اور اس سرے کو بائیں ہاتھ میں پکڑا اور دوسرا دائیں ہاتھ میں اتنے فاصلہ سے پکڑا کہ . . . . پھر اُس نے کہا کہ اگر یہ کام ہوشیاری کے ساتھ کیا جائے تو فوراً انسان کی موت ہوگی۔ میں نے رومال اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح اُس نے تبلایا تھا۔ گرفت کیا۔ مگر یہ اُس کی منشاء کے مطابق نہ ہوا۔ اُس نے کہا یوں نہیں مجھے دو تاکہ میں تمہارے گلے پر لگا کر دکھلاؤں۔

میں نے ہنسکر جواب دیا نہیں دیا نہیں ایسا نہ ہو کہ شاید آپ کو یہ خیال ہو جائے کہ میں مسافر ہوں۔ اور آپ میرا کام ہی تمام کر دیں۔ مگر میں اب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔

روپ سنگھ نے کہا کہ اچھا تم ہی مجھ پر آزما کر دکھلاؤ میں تمہارے ہاتھ رکھتے ہی تبلا دونگا۔ کہ تمہیں آیا یا نہیں۔

میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر وہ ایک دم سر ہلا کر خوب ہنسا اور بولا۔ یوں نہیں اس طرح تو تم ایک بچہ بھی نہ مار سکو گے۔ جب تمہارے گلے میں ہاتھ ڈال کر میں تبلاؤنگا۔ تب ہی تم سمجھ سکو گے کہ یہ بات ناپسند تھی۔ مگر میں راضی ہو گیا۔ جیوں ہی اُس کا سرو ہاتھ میرے گلے میں لگا میرا خون چکر لگانے لگا اور تمام جسم تھرا گیا۔ میں اپنی غلطی سمجھ گیا۔ بعد ازاں میں نے اُسی طرح اُسی پر آزما کر تبلایا تو اُس نے کہا کہ اب تمہیں اچھی طرح آ گیا ہے مگر ربط کی ضرورت ہے۔

میں نے کہا ربط کے سینکڑوں موقع پڑینگے۔ فقط آغاز ہونا چاہئے۔ پھر مجھے مطلق خوف نہیں ہے جس طرح شیر ایک دفعہ انسان کا خون چکھ لیتا ہے پھر اُسے دوسرا جانور پسند نہیں آتا۔ اور وہ ہمیشہ انسان ہی کی تلاش میں رہتا ہے۔ ٹھیک ویسی ہی میری حالت ہے اور واقعی میری خصلت شیر جیسی ہو گئی تھی۔

باب چوتھا

صاحب ۔ ہم لوگوں کے ناگپور کے سفر کی منزلوں میں کوئی ایسی بھاری بات نہیں ہوئی جو قابل بیاں ہو سوائے اسکے کہ ہمارے گروہ کے چند لوگوں نے جو دوسری سڑک پر تھوڑے سے مسافروں کو مارا تھا ۔ اب میں آپ کو اپنے ناگپور کے خیمہ کا حال جہاں ہم لوگوں نے خیمہ کھڑا کیا تھا سناتا ہوں ۔

شہر کے باہر ایک بہت بڑا تالاب ہے اسی کے کنارے ہمارے قافلہ کے آدمیوں نے ڈیرا کیا ۔ میرے والد اور چند لوگوں نے شہر میں جاکر ایک مکان پر لیا ۔ تاکہ ماہتہ کے لوٹ کے مال کی بکری کرکے نقد روپے کر لیا جاوے ۔ مگر اس میں کچھہ دقت نہ ہوئی کیونکہ برج لال کا مال ایسا تھا ۔ کہ جلد ہی ستار اور ساہوکاروں نے خرید لیا ۔

ایک ساہوکار سے میرے والد اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اپنے گاؤں کے چند لوگوں کو ساتھہ لے کر حیدرآباد جاتا ہوں ۔ جہاں نظام سکندر جان کے ماتحت میرے بھائی ملازم ہیں وہاں جاکر ان لوگوں کی نوکری تلاش کرونگا ۔ یہ سنکر ساہوکار نے ہمارے ساتھہ چلنے کی صلاح کی اور کہا کہ اگر آپ لوگ راستہ میں ہماری حفاظت رکھیں تو اس کے عوض میں آپ کو اور آپ کے آدمیوں کو خوش کرونگا ۔ میں ایک عرصہ سے اس بات کی تلاش میں تھا ۔ کہ کوئی شریف آدمی مجھے ملجائے کہ جو کچھہ ساتھیوں کے ہمراہ ادہر جاتا ہو ۔ تو میں بھی اس کے ساتھہ ادہر کو جاؤں ۔

صاحب ۔ اس وقت بہ سبب ملک کی گڑبڑ اور جنگ کی شہرت کے ایسا ہورہا تھا کہ کوئی بھی بے کار شخص اگر اپنے گاؤں کے دس بیس آدمیوں کو لے کسی دربار میں چلا جائے تو فوراً ہی سپاہیوں میں بھرتی ہوجاتا تھا ۔ سیندھیا ۔ ہلکر ۔ اور پیشوا کے راجاؤں کے پاس بھاری بھاری فوجیں تھیں ۔ جن کے سپاہیوں کو اچھی تنخواہ ملتی تھی ۔ اس لئے اور کسی روزگار کے بجائے وہاں پر نوکری کرنا بہتر تھا ۔ اور

چونکہ میرے والد کا لباس وغیرہ بھی سپاہیانہ تھا۔ اس لئے انہوں نے ساہوکار سے یہ بات کہی تھی۔

میرے والد ساہوکار کے ہمراہ چلنے پر فوراً راضی ہو گئے اور کہا کہ دو تین یوم کے بعد میں آپ کے ہمراہ چلونگا۔ اور حیدر آباد تک پر آپکی حفاظت کرونگا۔ ایک دن اُس ساہوکار نے میرے والد سے تخلیہ میں کہا۔ کہ میں بہت سا جواہرات قیمتی اپنے ہمراہ لے چلونگا۔ اور اُمید ہے کہ اُس کی بکری سے بہت زیادہ منافع ہوگا میرے والد کو اُس نے وہ سب جواہرات اور ساماں دکھلا بھی دیا۔ صاحب جب میرے والد نے اس بات کا ذکر تمام ساتھیوں سے کیا تو اُن کی خوشی کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں کہ وہ لوگ کتنے خوش ہوئے ہونگے۔

میرے والد نے اس غرض سے کہ تمام آدمی سپاہیانہ ٹھاٹ میں رہیں۔ تلوار اور بندوقیں خرید کر سب کو دیدیں۔ اور واقعی جس وقت سب لوگ قطارہ باندہ کر کھڑے ہوتے تھے۔ تو ایک نہایت خوبصورت اور جوان آدمیوں کی پلٹن معلوم ہوتی تھی۔ چونکہ ہماری یہ چڑھائی بہت بھاری اور عالی شان تھی۔ اس لئے اس ٹھگ لوگ سب جوان اور نہایت مضبوط چُنے گئے تھے۔ اور میرے والد نے اُس اقرار نامہ کی جو باہمی سوداگر سے ہوا تھا۔ سب کو اطلاع دے کر تاکید کر دی تھی۔ کہ ہر ایک شخص سپاہیانہ شان سے رہے۔ اور ہوا بھی ایسا ہی یعنی ہر ایک شخص سپاہیانہ طریقہ استعمال کرتا تھا۔

شام کو سب لوگ کھانا وغیرہ کھا کر فارغ ہوئے اس کے بعد ہمارے خیمہ میں جلسہ ہوا۔ لوٹ کی اُمید میں ہم لوگوں نے جلسہ میں شہر سے کئی رنڈیاں بھی بلوائیں۔ تمام رات اُن کے مجرے اور ناچ دیکھنے میں گذشت ہوئی۔

اگلے روز تمام دن ہم لوگ سوداگر کا انتظار کرتے رہے ہمراہ چلنے کے وقت وہ ایک سفری گاڑی میں مع دو یا تین نوکر اور اپنے ہی ٹٹوؤں کے جن پر اُس کا اسباب لدا ہوا تھا۔ آیا۔ اُس کے ساتھ دس بیل اور دو گاڑیاں بھی تھے۔

ہم نے اُسی دن وہاں سے کوچ کر دیا۔

امراؤتی کے راستہ میں ہماری اور اُس کی بہت کم ملاقات ہوتی تھی۔ کبھی کبھی شام کے وقت میرے والد اور حسین اُس کے ڈیرے میں جا کر بیٹھتے۔ جس کے سبب سے میری بھی اُس سے ملاقات ہو گئی تھی۔ وہ بدن کا موٹا اور لمبا جوان تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا ہی اچھا ہوا۔ گر یہ شخص میری آزمائش کے لئے مجھے ملے میں نے اپنے والد سے اپنا منشاء ظاہر کیا۔ جس کو سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور بولے۔

کہ میرا ارادہ پہلے ہی یہ تھا۔ کہ میں تمہیں اس کا بھتوٹ مقرر کروں۔ کیونکہ یہ بدن سے اتنا موٹا ہے کہ تمہارے کام میں کچھ بھی روکاوٹ نہ کر سکے گا اور آسانی سے تمہارا شکار ہو جائے گا۔ کیونکہ تم نے اپنی آزمائش ابھی تک نہیں کی ہے۔ میں نے اُس شخص کو اپنا پہلا شکار سمجھا اور اُسے ہمیشہ دیکھتا بھی رہتا تھا۔ میں ہر روز اپنے اُستاد کے پاس جاتا۔ تاکہ اپنے روزگار کے متعلق کوئی نئی بات اُس سے معلوم کر سکوں۔ وہ مجھے ہر روز رومال لگانے کی مشق کراتا تھا۔ ایک دن اُس نے یہ ارادہ کیا کہ میں کسی اکیلے مسافر کو دھوکا دیکر خیمہ میں لے آتا ہوں اور تم پہلے اپنا ہاتھ اُس پر آزما لو۔ مگر میں نے اس میں تحمل کیا۔ اور کہا کہ نہیں مجھے اپنی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ اور چونکہ میں اُس ساہوکار کو اپنا پہلا شکار پختہ کر چکا ہوں۔ اس لئے اب کسی دوسرے کو میں نہیں چاہتا۔

صاحب۔ میں سفر کا حال چھوڑ جاتا ہوں کیونکہ کوئی بات قابل بیان نہیں گذری ہم لوگوں نے امراوتی شہر میں پہونچکر اپنا ڈیرا بازار میں کیا۔ شہر کی ظاہرا رونق دیکھ کر میں حیران ہو گیا۔ مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ کیونکہ عموماً ہندوستان کے شہروں سے بہت سا سامان سوداگری لاکر سوداگر لوگ دکھن کے شہروں میں فروخت کرتے تھے اس لیئے اُن شہروں کی رونق بہت ہوتی تھی۔ اس شہر میں بھی بڑے بڑے ساہوکاروں کے مکان اور دوکان موجود ہیں۔ بازاروں میں

ایسی ایسی چیزیں دیکھنے میں آئیں کہ جو میں نے پیشتر کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ میں ہر روز اپنے والد کے ساتھ شہر کے بازاروں کی سیر کرتا تھا۔ کیونکہ مجھے نئی نئی چیزوں کے دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔

اس شہر میں ہمارے ہمراہی سوداگر کو اپنے کاروبار کے متعلق کئی روز ٹھہرنا پڑا۔ اُس کے فارغ ہونے پر ہم لوگ پھر آگے روانہ ہوئے اس شہر سے تین شخص اور بھی جنکے ساتھ چند بیلوں پر بہت سا قیمتی بنارسی مال مثلاً کمخواب وغیرہ لدا ہوا تھا۔ ہمراہ ہو گئے۔ وہ تینوں آدمی بیل ہانکنے کا کام کرتے تھے۔ اُن تین آدمیوں کے بڑھنے سے ہماری تجویز میں کچھ خلل نہ آیا۔ کیونکہ حسین کے ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اور اگر نہ بھی ہوتے تو بھی میرے والد کے ہمراہ اتنے آدمی تھے۔ کہ وہ اُن سب کو زیر کر لیتے۔

امراوتی سے منگلور تین منزل ہے میرے والد نے کہا کہ وہاں میں اس معاملہ کو ختم کرنے کی جگہ تجویز کرونگا۔ مجھے یاد آتا ہے کہ منگلور سے تھوڑی دور آگے کچھ پہاڑیاں اور خندق ایسے ہیں کہ جن میں ان لاشوں کو دفن کرنے میں ہمیں بڑی سہولیت ہوگی۔ میاں حسین ذرا اپنے آدمیوں سے دریافت کرنا۔ کہ کوئی شخص وہاں کا راستہ اور مقام جانتا ہے کیونکہ ٹھگا ہٹیوں کے ساتھ ایسے آدمی کو بھیجنا ضروری ہے۔

امراوتی سے پہلی منزل پر لوم نامی گاؤں میں ہمنے ڈیرا کیا اور حسین کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ تین شخص وہاں کا راستہ بخوبی جانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں وہاں ایک ایسا مقام ہے کہ وہاں پر اس کام کو انجام دینے میں غفلت نہ کرنی چاہئے۔ میرے والد اور حسین نے اُن سے بہت سے سوالات کئے اور اُنہوں نے بھی اس مقام کا ایسا صاف بیان کیا۔ اور اس کام کے لئے ایسا مناسب بتلایا کہ وہ مقام ہی اس کام کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا۔

میرے والد نے اس کام کے سرانجام ہونے پر سب کو انعام دینے کا وعدہ

کیا۔ مجھے بھی معلوم ہو گیا۔ کہ میرے کام کرنے کا اب موقع آیا ہے اور میرا بھی حق کچھ دیر میں ان دوسرے لوگوں کے برابر سمجھا جائے گا جو پیشتر دوسروں کو مار چکے ہیں۔

صاحب۔ میں اُس وقت سے جہاں تک ممکن ہوتا اُس ساہوکار سے دور رہتا راستہ میں میں نے اُسے دو یا ایک دفعہ دیکھا ہوگا۔ مگر اُس کو دیکھتے ہی میرے بدن میں سنسناہٹ ہو جاتی تھی۔ اور یہ ہی ارادہ ہوتا تھا۔ کہ میں لوٹ کر گاؤں کو چلا جاؤں۔ مگر واپس جانے کا کوئی موقع نہ تھا۔ مجھے نام پیدا کرنا تھا۔ لوٹ جانا بھی غیر ممکن تھا۔ اور کسی قسم کی کم ہمتی ظاہر کرنا بھی اپنے تئیں لوگوں کی نظروں میں بے قدر اور حقیر بنانا تھا۔ اسلئے سوائے ہمت پکڑنے کے مجھے اور کوئی ترکیب نہ دکھائی دیتی تھی۔

چلتے چلتے ہم لوگ منگلور پہونچے۔ یہ شہر بہت بڑا ہے اور مسلمانی آبادی ہے اور ایک نہایت قدیمی پیر۔ میر حیات قلندر کی زیارت گاہ کے لئے مشہور ہے۔ اُن کی قبر کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اس لئے یہ بات واجب سمجھی گئی۔ کہ ابھی چڑھائی کی کامیابی کے لئے قبر پر جا کر شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ میرے والد حسین اور میں چند دیگر سرداروں کے اُس قبر پر گئے اور بعد ختم کرنے۔ اُن رسومات کے جو وہاں کے ایک مُلّا نے بتلائی ہم لوگ ایک طرف بیٹھ کر اور دوسرے آدمی جو وہاں بیٹھے تھے اُن سے گفتگو کرنے لگے۔ اثنائے گفتگو میں میرے والد نے کوئی اشارہ حسین کو کیا۔ جس کو اُن دوسرے آدمیوں نے پہچان لیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھی ٹھگ ہیں مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے مُلّا لوگ بھی ہمارے اس پیشہ میں شامل ہیں۔ مگر ساتھ ہی میں نے دیکھا۔ کہ میرے والد نے اُن لوگوں کا بہت کم لحاظ کیا۔

زیارت گاہ کی سیڑھی اترنے کے بعد جب ہم لوگ باہری دالان میں جہاں بہت سے لوگ ٹھہرے ہوئے تھے تو میرے والد نے حسین سے کہا کہ یہ لوگ

ٹھگ نہیں ہو سکتے۔ مگر اپنے آدمیوں کو خبردار کر دینا چاہئے کہ وہ اُن سب سے زیادہ ربط ضبط نہ کریں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ جتنا اِن لوگوں نے دیکھا ہے اُس سے زیادہ نہیں جان سکتے۔ مگر جب انہیں اُس ساہوکار کا جو ہمارے ساتھ ہے پتہ لگے گا تو شاید زیادہ کوشش کریں۔

حسین نے کہا۔ آپ صحیح فرماتے ہیں بہتر ہو گا کہ اپنے آدمیوں کو اس بات کی آگاہی کر دی جائے۔

ہمارے سب لوگ اس بات سے آگاہ کر دیئے گئے۔ اور ایسا کرنا بہت واجب ہوا۔ کیوں کہ بعد ازاں ہم نے سنا کہ وہ ملا لوگ اس امر کی نہایت جستجو کرتے تھے اور یہ نہ سمجھ سکتے تھے۔ کہ کیوں ہم لوگ بغیر کسی خاص غرض کے کس لئے اتنی دور آئے۔ اور ابھی آگے جانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر ہم لوگ پہلے ہی ہوشیار نہ ہو جاتے اور اُنے اپنا ارادہ ظاہر کر دیتے۔ تو یا اُن سے کسی قسم کی امداد مانگتے تو وہ ہم کو وہاں کے افسروں کے ہاتھ گرفتار کرا دیتے یا لوٹ کے مال میں سے اتنا زیادہ حصہ طلب کرتے کہ نہ تو ہم دے سکتے تھے اور نہ انکار ہی کر سکتے تھے۔ زیارت گاہ سے نکل کر ہم اپنے خیمہ میں واپس آ گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک آدمی ساہوکار کا ہمارے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اُس نے کہا کہ آج سیٹھ جی اپنے ایک دوست کے یہاں اسی شہر میں ٹھہرینگے۔ اور اس لئے اُنھوں نے کہا ہے کہ رات کے پہرہ کے لئے چند سپاہی مہربانی کر کے بھیجدیں۔

میرے والد نے اس بات کو ناپسند کیا۔ کہ اپنے چند لوگ گاؤں میں جائیں کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گاؤں کے ٹھگوں میں سے کوئی شخص اُنہیں پہچان لے تاہم میرے والد کو یہ بات منظور کرنی پڑی۔ صاحب میں یہ کہنا بھول گیا کہ ساہوکار گاؤں کے اندر اپنے ایک دوست کے یہاں جا کر ٹھہرا تھا۔ خیر میرے والد نے چند لوگ رات کے وقت بھیجدیئے تا کہ اُس وقت اُنکو کوئی پہچانے۔

اس عرصہ میں قبر کھودنے والوں نے بھی اپنی تیاری چلنے کی کرلی چراغ جلنے کے
بعد چودہ شخص قبر کھودنے والے اور وہ دونوں ٹھگ جو اس جگہ سے واقف تھے ہمراہ
کل سولہ آدمی روانہ ہوگئے وہ لوگ اس جگہ کو بہت پسند کرتے تھے اور بیان کرتے
تھے کہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نہیں ہیں بلکہ زمین کے ابھر جاتے اور کہیں کہیں دب جانے
سے وہاں زمین پر بے شمار گڈھے پڑ گئے ہیں اور وہاں پر راستہ نہایت پتھریلا ہے اور
راستہ میں چشمہ بھی پڑتے ہیں جنکے دونوں کناروں پر جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں اسلئے
انہیں چشموں سے کسی ایک میں جس میں پانی نہ ہوگا قبر تیار کی جائیگی۔ ان لوگوں سے
یہ بھی کہہ دیا گیا تھا۔ کہ چند لوگوں کو تھوڑی دور پر بیٹھا دینا تاکہ انہیں
دیکھ کر ہم لوگ سب اپنے اپنے مقام پر ہو جاویں اور اشارہ پاتے ہی
یک بیک ٹوٹ پڑیں۔

تمام آدمیوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ ساہوکار میرے حصہ میں آیا ہے۔
اس لیئے کئی آدمی میرے ارد گرد یہ دیکھنے کے لیۓ جمع ہوگئے تھے۔ کہ
میں اپنا کام کس طرح انجام دیتا ہوں۔ ہر شخص مجھے دلاسا اور دیکر میری
ہمت بڑھا رہا تھا۔ جیوں جیوں وقت قریب آتا تھا میرا دل اس نوجوان
بہادر سپاہی کی طرح جوش کھاتا تھا۔ جو غصہ کے وقت اپنی تلوار کی چمک
دیکھنا چاہتا ہے۔ میرے والد میری اس ہمت کو دیکھ کر دل میں بڑے خوش
ہوئے تھے۔ ان کی خوشی ان کی آنکھوں میں جھلک رہی تھی۔ وہ دلاسا
دینے کی غرض سے میری طرف دیکھتے اور میں دل وجان سے اس کوشش
میں تھا۔ کہ ان کو مایوس نہ کروں۔

تمام گروہ میں اس معاملہ کے طے کرنے کی ضرورت کا اثر پھیل رہا تھا۔
اور وہ لوگ چھوٹے چھوٹے مجمع میں جمع ہوکر تمام لوگوں کے بارے میں
بات چیت کر رہے تھے۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ جانتا تھا کہ اس کے یا اس کے
ساتھی کے لیئے فلاں شخص مقرر ہوا ہے۔ غرضیکہ اسی قسم کی بات چیت کر کے

وہ سب لوگ اپنے اپنے خیمہ میں جاکر آرام سے لیٹ رہے۔ میرے والد اور حسین بھی چلے گئے فقط میں اپنے چھوٹے خیمہ کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں روپ سنگھ میرے پاس آیا اور بیٹھ کر بولا۔ کہ کیسی طبیعت ہے تمہارا دل مضبوط اور طبیعت خوش ہے نا؟ میں نے کہا جی ہاں دونوں درست ہیں میرا دل کبھی نہیں پھر سکتا اور میری طبیعت بھی اچھی ہے خواہ میری نبض سے تشخیص کر لو۔

روپ سنگھ نے میرا ہاتھ پکڑ کر نبض کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔ کہ ٹھیک ہے۔ تمہاری نبض بہت درست چلتی ہے۔ اور چاہیئے بھی ایسا ہی۔ میں نے اس سے پیشتر بہت سوں کو آزمائش کے لئے تیار ہوتے دیکھا ہے۔ مگر تمہارے جیسا سنجیدہ اور خاموش شخص نہ دیکھا۔ یہ سب انہیں منتروں اور رسومات کا اثر ہے جو تم پر پڑھے گئے اور تمہارے لئے کیگئی ہے۔

میں نے کہا۔ کہ شاید ہو مگر میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں ان منتر اور رسومات کے بغیر بھی ایسا ہی رہتا۔ اُس نے کہا۔ ابھی تم لڑکے ہو انکا اثر نہیں جانتے۔ بھوانی تمہاری اس مغروری کو معاف کریں پہلا مجھ سے بھی بڑھ کر کوئی مغرور ہوگا۔ ایک سچے راجپوت کا لڑکا ہوں۔ کیا میں نے لڑکپن میں جنگلی جانوروں کے مارنے یا مارے جانے میں مدد نہیں دی۔ مگر جب انسان میرے سامنے آیا۔ اور ایک رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ تو میں کانپ اٹھا۔ اور بہت دنوں تک اس بات کی کوشش نہ کر سکا۔ مگر ابھی ایک رسوم تمہارے ساتھ اور باقی ہے۔ جس میں ہرگز غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ جاؤ اپنے والد حسین اور بدری ناتھ کو بلا لاؤ تاکہ وہ بھی حاضر رہیں۔

جب میں اُن کو بلا لایا۔ تب میرا گور و روپ سنگھ ہم سب کو قریب ہی ایک کھیت میں لے گیا۔ اور جدہر ہم سفر کرنیوالے تھے اُس سمت کو منہ کر کے ہوا

میں ہاتھ جوڑ کر یوں پکارا "ہے کالی مہا کالی اگر تیری مرضی ہو کہ ہمارے ساتھ کا مسافر تیرے اس نئے بھگت کے ہاتھ سے مارا جائے تو ہمیں نھباؤ کا شگون دکھلا۔

ہم سب چپ چاپ کھڑے تھے۔ تعجب کا مقام ہے کہ اُسی وقت ایک گدھا ہمارے دائیں ہاتھ کی طرف بڑے زور سے رینگا۔ جس کو سن کر روپ سنگھ بڑا خوش ہوا۔ اور بولا کہ آج تک کسی بھگت کی ایسی منظوری ہوئی تھی۔ جو پرارتھنا کرتے ہی شگون ہوا ہو۔

میرے والد نے کہا شکر اللہ کا کہ اب یہ پورا بھگت ہوا۔ اور اب یہ کامیاب بھی ہوگا۔ آپ کو فقط گانٹھ لگانا باقی ہے۔

گورو نے کہا کہ جب میں لوٹ کر چلونگا تو لگادونگا۔ جب ہم لوگ خیمے میں پہونچے تو اُس نے رومال لے کر پہلی گانٹھ کھول دی اور ایک چاندی کا ٹکڑا اُس میں رکھ کر پھر گانٹھ لگادی۔ اور مجھے ہاتھ میں دیکر کہا۔ اس پاک ہتھیار کو لو اس پر بھروسہ رکھو دیوی کی مہربانی سے یہ تمہاری مرضی کے مطابق کام دیگا۔

میں نے اُسے دائیں ہاتھ میں لے لیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے کرتے میں رکھ لیا۔ تاکہ کہیں گر نہ جائے۔ اور وقت ضرورت کے تیار رہے۔ کچھ دیر تک ہم لوگ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے بعد ازاں قالین پر لیٹ گئے تاکہ سو جائیں۔

ہم لوگ سو رہے تھے کہ ایک شخص نے گاؤں سے آکر اطلاع دی کہ ساہوکار چلنے کے لئے تیار ہے۔ ہمارے گروہ کے لوگ فوراً اُٹھ بیٹھے۔ اور اپنا اسباب اپنے اپنے گھوڑوں پر لاد کر سڑک پر آکر ساہوکار کے انتظار میں کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد سوداگر بھی آگیا۔ اور ہم سب وہاں سے روانہ ہوئے۔

رات خوشنما اور راستہ بالکل صاف تھا۔ ہم لوگ خوشی خوشی چلے جا رہے تھے۔ ہم لوگ تقریباً دو کوس گئے ہونگے کہ ایک شخص سامنے سے آیا میرے میرے والد نے پہنچان کر اُس سے پوچھا "پل منجیہہ" (پل بنتی تیار ہے) اوس نے کہا "منجیہہ" (بنتی تیار ہے) آپ سامنے کی چھوٹی پہاڑیاں دیکھتے ہیں نہ وہاں ایک چشمہ میں ہم نے ایسی پل بنائی ہے کہ جس کو دیکھ کر آپ یہ ہی کہینگے کہ ایسی پل کبھی نہیں بنی تھی۔

میرے والد نے کہا کہ یہاں سے کتنی دور ہوگا۔

اُس نے کہا۔ تقریباً آدہ کوس۔ یہاں سے کچھہ دور آگے بڑھ کر پتھریلا راستہ ملتا ہے اور گھاٹی تک برابر ایسی ہی سڑک ہے بس اُسی گھاٹی میں پل بنائی ہیں اتنا کہہ کر وہ بھی ہمارے ساتھیوں میں جاملا۔

صاحب۔ اس وقت مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے اور آپ کو بھی بہت دیر میرا حال سنتے ہوئے گذر گئی ہے بہتر ہے کہ بقیہ حال کل کے او پر رکھیں۔ انشاء اللہ میں کل بقیہ حالات ضرور آپ کے گوش گذار کرونگا میں نے کہا بہتر ہے۔ اتنا سنکر امیر علی اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بارک کی طرف چلا گیا۔ میں بھی اپنے بنگلہ پر چلا گیا۔

گوہر

ناظرین

اگر آپ اسکے آگے خونریزیاں دیکھنی چاہتے ہیں تو اس کتاب کا دوسرا حصہ ملاحظہ فرماویں جو کہ چھپکر تیار ہے۔